

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكُونَا لَهُ شَاكِرِينَ إِلَّا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لِهَذَا إِنَّهُ لَكَنُاصِرٌ مُبِينٌ

کتابخانه

۱۔ فیہ مسدودہ مصنف انجی ادا نامہ کو حق اللہ باوانا ہے۔
 ۲۔ دکنانی سن اوید ہے۔ سائرس حسرت کھول پر۔
 ۳۔ سہالوی اس۔ مرغ سیمن قانک پیدا۔ بد۔
 ۴۔ ان۔ یہ۔ بال۔ قویم۔ ست۔ زانو مرقی تعلیم۔ یہ۔
 ۵۔ کانو۔ ہن۔ وہ۔ مرقی حسرت۔ وہ۔

[illegible]

شکریہ

سب سے اعلیٰ توفیق دہانی کی ذات، والہ صفات ہی ہے جو حساب شکریہ کی حق تہ
 نہ نہ جیسے جائزہ کرنا۔ لیکن کی توفیق، وہ پھر قیدیت عطا فرمائی۔ پھر اس کے
 بہ عفو، توفیق اس کی ذات بابرکات بہت بہت، شکریہ کا حق ہے۔
 بھروسے نے اور اورہ واری اس خاکسار کو سالانہ جلد پرنٹریہ کرنا مقصود کیا۔
 ان کے بعد وہ سب دوست شکریہ کے حق ہیں۔ جنہوں نے زیادہ سے
 زیادہ تہاد سے لینا ایک کاپی تک کے لئے بھی پیشگی درخواست بھیجی۔
 ایسے یہ درتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دعا کی ہے۔ یہاں اب یہ فہم
 ایسے سب ایسا بکرام کا نام پر نام و نامیہ اور ان کے لئے بہت مشکل ہے
 مگر اور واقعہ ہے کہ یہ سب پیشگی درخواستیں کرنے والے دونوں کے
 لئے میرے دل سے ہے سائنس و عاقل، محکم و مہر، دراصل یہ
 کی جو سلاخ فی کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ یہ سب ایک ہی کتاب امور میں
 آپ کے سامنے ہے۔

ان صورتوں کے فہم کر۔ نہ سے قبل میں پھر اللہ تعالیٰ کے لئے کہ
 در دل سے دعا کرتا ہوں کہ یہ سب دعاؤں کے اثرات سے
 کو دین و دنیا کے حسنات سے۔ لا الہ الا وہ۔ انہوں نے
 کی اشاعت میری سب سے بہت سے۔

خاتمہ

محمد یوسف ایڈیٹر نور قادیان پرنٹنگ ہاؤس

میرزا فضل علی مراد آبادی

سکھ مذہب پیدائش پر ایک پیر

۱۸۶۰ء کے ۲۰ دسمبر کو پیر ملہ جلا، پنجاب (معاذ اللہ) (پیدا کیا)

انگوں کے متعلق | ان کے مذہب کے متعلق جو سنا تیرے قسم کے خیالات
میں ہر دو سے الگ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مذہب جو کہ ان کے
سکھ ملوں کے قریب ہیں۔ اب پوچھتے ہیں کہ یہ مذہب
ہم کو کون پہنچے۔ اور کون باقی ہو۔

ایک پیر کا تقسیم | یہ دیکھنے کے لئے کوئی حقیقت ہے کہ اس
پر تقسیم کیا ہے۔ یہ شخص مسلمانوں اور ہندوؤں کے
مذہب کے درمیان ہے۔

مذہب کے درمیان ہے۔

مذہب کے درمیان ہے۔

مذہب کے درمیان ہے۔

یہ پنجابی زبان ہے۔ جسے ہمارے یوپی وغیرہ کے دوست شاید نہ سمجھ سکتے ہوں۔
اس لئے میں اردو میں مطلب بیان کرتا ہوں۔ بادا صاحب فرماتے ہیں۔ یہ کلمہ طیبہ ہی
ہے جس کی برکت سے نفسانی خواہشات دور ہو جاتی ہیں۔ اور انسان نجات اور
ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کلمہ صاحبان یا کوئی اور یہ کہہ دے کہ اس کلمہ سے مراد کلمہ طیبہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں۔ بلکہ کوئی اور کلمہ ہے۔ اور اس سے مراد انکا
نام وغیرہ ہے۔ لیکن میں بتاتا ہوں کہ بادا صاحب نے جس کلمہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ
ہی کلمہ ہے جسے مسلمان پڑھتے ہیں۔ اور سوائے اس کے اور کوئی کلمہ اس سے مراد
نہیں۔ چنانچہ آپ اسی جنم ساکھی بھائی بالاسو ۱۴۱ پر فرماتے ہیں ۵

پاک پڑھو کلمہ ہک سدا محمد نال ملائے

ہوئیامشوق خدا پیدا ہوئیاتل الہیہ

یہ کلمہ طیبہ ہے کہ وہ پاک کلمہ پڑھو جو توحید باری تعالیٰ کا منظر جس کے ساتھ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک یعنی محمدؐ آتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں سب سے پیارا اگر کوئی خدا کا ہے
تو وہی ہے جس نے اپنی تین دہن سب خدا کے نام پر قربان کر دیا تھا۔ پس اسکا نام
میں کلمے میں خدا کے نام کے ساتھ ہے۔ وہی پاک کلمہ پڑھنا چاہیئے۔ اور اسی پاک
کلمہ کے پڑھنے سے نجات ملتی ہے۔ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

یہاں تک تو کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ
بادا صاحب خود بھی اسے پڑھتے اور نجات کا ذریعہ جانتے
کلمہ پڑھتے تھے۔
تھیرا نہ ہوسکے یہی جنم ساکھی بھائی بالاسو کے
سنہ ۱۷۲۱ء پر لکھا ہے۔ بادا صاحب فرماتے ہیں ۵

کلمہ اکبر کا زیادو جانائیں کوئی

کمبرے لئے تو ایک کلمہ ہی بس ہے۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی قول مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان لوگوں کے دردناک حشر اور انجام کا ذکر جو کہ اس کلمے کے برخلاف کوئی بات کہیں یا اس کی مخالفت کریں۔ ان الفاظ میں بادا صاحب نے بیان کیا ہے۔

جو کہیں ناپاک ہے دوزخ ماون سوئی

یعنی جو اس کلمہ کو بُرا کہتے ہیں انکی سزا دوزخ ہے۔

کلمہ طیبہ کے متعلق بادا صاحب کا عقیدہ اور عمل بتانے کے بعد میں یہ جنت منتر

بتاتا ہوں۔ کہ کیا ہندوؤں کے جنت منتر کی بھی بادا صاحب قبری ہی عزت کرتے تھے۔ جیسی کلمہ کی سزا دیکھا اس پر بھی اٹکا دیا ہی عمل تھا۔ جیسا کہ کلمہ طیبہ پر۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ بادا صاحب مسلمان تھے کیونکہ اگر وہ مسلمان نہ تھے۔ اور ہندو تھے۔ تو یہ نامکن تھا کہ وہ ہندوؤں کی باتوں کو چھوڑتے اور مسلمانوں کی باتوں کو لیتے۔ اور یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ بادا صاحب نے ہندوؤں کی باتوں کو چھوڑا ہی نہیں۔ بلکہ ان کی بُرائی بھی میان کی ہے۔ گزشتہ صاحب میں آتا ہے جس قدر جنت اور منتر ہیں۔ سب پا کھنڈ ہیں۔ جیسا کہ سوی محلہ امیں لکھا ہے۔

منت منت پا کھنڈ زمانا رام روے من مانیا

کلمہ طیبہ کے بعد نماز۔ روزہ کا عقیدہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا عقیدہ ہے نماز۔ روزہ وغیرہ

جو ایک کا فر اور مسلمان کے درمیان مابہ الامتیاز ہے یہی حال ہندوؤں کا ہے۔ اسلام میں ان ہر دو کی پابندی اور ضروری ہے۔ لیکن اور گائیتری

سوال یہ ہے۔ کہ کیا بادا صاحب ان مسائل کی تردید کرتے ہیں یا ان کی تائید یا تصدیق؟ اس کا جواب شری گو گزشتہ صاحب سری راگ محلہ پلا میں موجود ہے۔ جہاں آپ فرماتے ہیں۔

عیب تن چکر و بہمن مینڈ کو کمل کی سار نہیں مول پائی

بھنورا ستا و نت بھا کیا بولے کیوں بوجھے جاں نہ بوجھائی

آکھن سناپون کی بانی ایہہ من رتا مایا ۛ ۛ
 خصم کی نذریں دلیں پسندی جنہیں اک گردھایا
 تہہ کر رکھے تیج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
 نانک آکھے راہ پر چلنا مال بن کس کو سنبھائی

اس کا مطلب یہ ہے۔ تیرے عیب جو ہیں۔ یہ تو سارے تیرے تن کا کچھڑ
 ہیں۔ اور دل ان میں مینڈک کی طرح ہے۔ اس دل کے مینڈک کے سر پر جو ہوت
 عیبوں کے کچھڑ میں لت پت ہو رہا ہے۔ کنول کا ایک پھول کھل رہا ہے۔ گرد پنی
 بھنورا ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی دلکش آواز سے بلاتا رہتا ہے۔ کہ اے کچھڑ
 میں لت پت ہونے والے مینڈک ذرا اس کچھڑ کو چھوڑ کر ادا پر آ۔ اور دیکھ تیرے سر پر
 کیسا خوشنما کنول کھل رہا ہے۔ بھنور رہا آواز تو دیتا ہے۔ مگر اد پر آئے کون۔ اور تو وہی
 آسکتا ہے جسے خود کرتا راہ ہدایت دکھائے۔ انکے سوا باقی سب اس آواز کو ایک
 کان سنتے ہیں۔ اور دوسرے کان کمال دیتے ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ جو اس آواز
 کو سنتے ہیں۔ اور جنہیں راہ ہدایت دکھائی جاتی ہے۔ اور جو ایک خدا کی پوجا کرتے ہیں۔
 تیس روزے رکھتے ہیں۔ اور پانچ نازیں پڑھتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر یا د صاحب کے اسلام پراور کیا گواہی ہو سکتی ہے کہ خود خدائی گرو
 گرتھ صاحب میں با د صاحب کی زبان مبارک سے ناز روزہ جیسے ضروری اسلامی
 احکام کے متعلق تاکید درج ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جو شخص کسی چیز کو اچھا سمجھتا ہے
 وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

شلوک مذکورہ پر اعتراض
 اور اس کا جواب

میرا کوئی سکھ دوست کہہ سکتا ہے کہ صرف تیس کا لفظ آجانے
 سے روزے اور پانچ کا لفظ آجانے سے ناز کہاں سے
 ثابت ہو گئی۔ ممکن ہے اس کا کوئی اور مطلب ہی ہو۔

اور آپ نے جو کچھ تان کر اس سے روزہ وغیرہ اپنے مطلب کا مفہوم بنالیا ہو۔
تاریخ گرو خالصہ کی شہادت | سو میں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے
 تاریخ گرو خالصہ کو پیش کرتا ہوں اس تاریخ
 کے نسخہ ۵۵ پر صاف طور لکھا ہے۔

تاریخ گرو خالصہ کی شہادت

یا چوں نام خدائیدے ہو میں بہت خوار
 مطلب اللہ کے نام کی حج کرو جو دین و دنیا میں تمہارے کام آئے۔ اور یہ حج سب کا
 وغیرہ کہنے سے نہیں۔ بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنے سے۔ تاریخ گرو خالصہ
 کا مصنف بہ وثوق کہتا ہے۔ کہ یہ شلوک شری گرو نانک صاحب کا ہے۔
 تاریخ گرو خالصہ کوئی غیر مستند کتاب نہیں۔ بلکہ یہ ایک مستند کتاب ہے۔ اس
 کے مصنف کے تصانیف پر جہاد ابراہیم پٹیل نے لاکھوں روپیہ صرف کیا۔ جن کا نام سردار
 گیان سنگھ جی گیانی اور سکھوں کے مشہور مؤرخ گدرے ہیں۔ جنہیں دیگر سادوں کے
 علاوہ معقول تنخواہ بھی اسی تاریخ کے لکھنے کے لئے دی جاتی تھی۔ سو یہ تاریخ غیر مستند
 تاریخ نہیں۔ کہ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ بلکہ یہ مستند ہے۔ اور سردار گیان سنگھ
 جی گیانی اپنی طرف بڑی تحقیق اور تدقیق کے بعد لکھی ہے۔ اس لئے اس تاریخ کا یہ بتانا کہ یہ
 شلوک باوا جی کا ہی ہے۔ تمام اعتراضوں کو دور کر دیتا ہے۔ ایسا ہی اور بھی چند
 ثبوت اسکے ہیں۔ مگر وقت کی کمی کے باعث میں اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔

تیس اوپانچ کے الفاظ سے
 تیس روزے اور پانچ نمازیں
 یہ رہا یہ امر کہ تیس اور پانچ کے الفاظ سے
 تیس روزے اور پانچ نمازیں کس طرح
 نکل آئیں۔ سو اس کے لئے میں شری
 گرو گرتھ صاحب کی ایک تفسیر پیش کرتا ہوں۔ جو جہاد ابراہیم کوٹ نے لاکھوں روپیہ
 خرچ کر کے لکھوائی ہے۔ وہ اپنی گرتھ صاحب کی اس تفسیر کا مفسر ہی معنے کرتا یا کرتے ہیں۔

کہ ان سے روزے اور نماز مراد ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم شدہ امر ہے کہ یہ خلوک باوا صاحب کا ایک
 باوا صاحب کی اپنی گواہی | اس کے اسواخ و حضرت باوا صاحب بھی گرتھے
 صاحب آدھری راگ محلا پہلا میں فرماتے ہیں

بیخوقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن

ناہک آکھے گورسید ہی رہو پدینا کھانا

جس کا مطلب یہ کہ نماز پنجگانہ کو پابندی سے ادا کرو۔ ناہک نصیحت کرتا ہے کہ اس سے
 غفلت نہ کرو۔ معلوم نہیں کس وقت گور یعنی قبر تیرے لئے اپنی گود کو کھول دے۔
 اور تو اس میں چلا جائے۔ اس لئے تلاوت قرآن کریم سے کبھی روگردان نہیں ہونا
 چاہیئے۔ اور یہ دنیا کا مال و دولت اور دنیا کے جھگڑے دھندے ہیں کے ہیں
 رہ جائیں گے۔ ساتھ نہیں جائیں گے۔ اس لئے نماز پنجگانہ کو باقاعدہ ادا کرو۔ کہ
 یہی ساتھ جائیوالی چیز ہے۔ نیز جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔
 تاریخ گورو خانہ صفحہ ۵۶ پر بھائی گیان سنگھ جی گیانی نے بھی لکھا ہے۔ کہ باوا صاحب

ذماتے ہیں۔

جمع کر نام دی پنج نماز گزار

باہون نام خدا کیے ہو میں بہت خوار

مطلب ظاہر ہے۔ جس طرح پہلے حال میں گورو (یعنی قبر) کے لفظ سے اس طرف اشارہ
 کر دیا کہ آپ اسلامی عقائد کے پابند تھے۔ اسی طرح یہاں بھی پانچوں وقتوں کی
 نمازوں کی تاکید کرتے ہوئے بتا دیا۔ کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اسلام کو جمع کرو۔ اور
 جے ستیوارام جی اور اس قسم کے جلوں کا استعمال نہ کرو۔ کیونکہ جو خدا کے سوا کسی اور
 کا نام لیتا ہے۔ وہ دلیل و خوار ہوتا ہے۔ اور اسی طرح پانچوں نمازیں ادا نہ کرنے

والا بھی رسوا اور ذلیل ہوتا ہے۔

یہی نہیں کہ اس پر ہی حضرت بادا صاحب نے بس کر دی ہے بلکہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق تارکان نماز کو سخت وعید ملاتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰ پر فرماتے ہیں ۵

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں

تھوڑا بہتا کھٹیا، تھوڑا بہتہ گویں

یعنی ان پر لعنت ہے جو نمازوں کو ترک کرتے اور جو کچھ تھوڑا بہت کیا گیا اس کو بھی ہاتھوں ہاتھ ضائع کر رہے ہیں۔

بالکل واضح الفاظ ہیں۔ اب کون ہے جو ان حوالجات کے ہوتے ہوئے یہ کہے کہ بادا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اور یہ کہ سری راگ جملہ پہلا کے شلوک کے ان الفاظ سے کہ ۵

تہسیر کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے

پانچ نمازیں اور تیس روزے مراد نہیں۔

دوستو! جیسا کہ ان حوالوں سے جو میں نے پیش کئے۔ اور ان تیس روزے | حوالوں سے جو میں ابھی پیش کر دکھا۔ ثابت ہوتا ہے کہ بادا صاحب

کے اس شلوک سے مراد پانچ نمازیں ہی ہیں۔ ایسا ہی میں تیس کے لفظ سے تیس روزوں کا ثبوت بھی دیتا ہوں۔ اگرچہ کہ تھ صاحب کی اس تفسیر کے بعد جو ہمارا یہ

فرید کوٹھنے کرائی اور اس تاہیج کو ردِ خالص کی شہادت کے بعد جو ہمارا چہ بیالہ نے لکھوائی اس بات کی ضرورت نہ تھی۔ کہ میں اور حوالجات پیش کرتا۔ مگر پہلے کہتا ہے

کہ ان سے کسی شخص کی تسلی نہ ہو۔ اسلئے میں احوال پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ روزوں کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۲۴ میں بادا صاحب کا قول مذکور ہے۔ جو اس طرح ہے ۵

ناک آکھے کن من سچے سنو جواب
 صاحب دافرایا لکھیا وچ کتاب
 دُنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہ نہ کلمہ پاک
 مکروہ تریہے رو چڑے پنج نماز طلاق
 لقیہ کھائے حرام اسرتے چڑھے عذاب
 جو راہ شیطان گم تھیئے سو کینو کر کریں نماز
 آتش دوزخ باورہ پایا تنہا نصیب
 بہشت حلال کھاؤ ناکیتا تنہا پلید
 ناک آکھے کن دین کلمہ سچ پچھان

اکو روح ایمان دی جو ثابت کھے ایمان

کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ دوزخ۔ بہشت۔ کتاب یعنی قرآن۔ حلال۔
 حرام۔ طلاق۔ شیطان وغیرہ وغیرہ کا نام جس صفائی سے لیا گیا ہے اور
 جس طرح ان کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کے احکام ہیں
 جو کتاب یعنی قرآن میں دستچ ہیں۔ وہ ظاہر ہے۔ کیا عقلمند آدمی انکے
 سمجھنے کے لئے یہ کافی نہیں۔ کہ یاد ادا صاحب مسلمان تھے۔ اور پگے
 مسلمان تھے۔ اسواۃ باتوں کے پانچ نمازوں کے ساتھ تریتمہ رو چڑوں
 (یعنی تیس روزوں) کا ذکر کرنا کیا اس بات کا ثبوت نہیں کہ اس فلوک

میں بھی روزے ہی فرمادیتے۔ پھر بادا صاحب نے اور بھی متعدد مقالات پر روزوں کے متعلق فرمایا ہے۔ مثلاً محلہ پہلا دارا سائیں فرماتے ہیں ۵

اوپر نہیں دنیا توڑے بدن ان بیانی تھوڑا کھایا

یعنی روزے رکھنے والے دنیا میں رہتے ہوئے خدا کے جوار رحمت میں ہیں اور ہر طرح کے خدا کے فضل کے وارث ہیں۔

نماز کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے اذان دی جائے
بادا صاحب اور اذان | سو اس کے لئے جنم ساکھی کلاں صفحہ ۳۲۳ سطر ۲۵

پر درج ہے ۵

کن وچ انگلیاں پائی کے تب نانک دتی بانگ

ایسا ہی داران بھائی گورداس جی کے صفحہ ۱۴ سطر ۵ میں لکھا ہے ۵

دتی بانگ نماز کرن سماں ہو یا جہاتاں

اسی طرح اور مقامات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادا نانک صاحب نے اذان دی۔ نمازیں پڑھیں۔ وضو کیا۔ حج کیا۔ مسلمان نہاد کی طرح کوزہ و مصلے ہر وقت اپنے ساتھ رکھا اور محل روحانیت طے کرنے کے لئے صوفیا کے رنگ میں اسلامی بزرگوں کے مزاروں پر چلے کاٹے غرض کہ تمام اسلامی طریق عبادت اور اس کے لوازمات کو پورا کیا۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے کیا بادا صاحب کے مسلمان ہونے میں کوئی کسر باقی رہ جاتی ہو۔

نماز روزہ اور گائستری | پھر یہ بات اس وقت اور بھی روشن ہو کہ سامنے آ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں

کہ اسلام اور اسلامی طریق عبادت کی بادا صاحب تعریف کرتے اور اپنے

شعاہد و سہول کے لئے اسے واجب العمل قرار دیتے ہیں۔ مگر ہندو مذہب اور اس کی عبادت کے طریقوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اس سے ہر ایک کو بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔

پہلے بھائیو! جیسا کہ میں نے کلمہ طیبہ کے مقابل جنت منتر کے متعلق باوا صاحب کی رائے آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ ویسے ہی میں اب نماز روزہ کے مقابل ہندوؤں کی گائیتری۔ سندھی۔ یا سنا وغیرہ کے متعلق باواجی کی رائے پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ باوا صاحب ایک سچے مسلمان کی طرح ہندوؤں پر ان کی عبادات کے نقص بیان کرتے رہے ہیں۔ اور انہیں فرما رہے ہیں کہ انکو چھوڑ دو۔ ان میں کچھ نہیں۔ فرماتے ہیں

سندھیانرپن کرے گائیتری بن بوجھے دکھ پایا

منوا دستھر سندھی کر دیو یا ناک سندھی کر من کھی جیو ٹکمر جئے وار دوار

(گزشتہ صاحب آدھار ہاگڑ)

یہ جو تم سندھی اور گائیتری وغیرہ کرتے ہو۔ یہ بالکل فضول اور بے فائدہ ہے۔ اس سے نہ تترکیت نفس ہوتا ہے۔ اور نہ وسال خداوندی میسر آتا ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

ایک طرف اس کو کھٹے اور دوسری طرف نماز روزہ کے متعلق جس شد و مد سے باوا صاحب نے ارشاد فرمایا ہے۔ سادہ عمل کیا ہے اس کو کہیئے اور موازنہ کیجئے کہ باوا صاحب کا مذہب کیا ہے۔

باوا صاحب نہ صرف یہ کرتے ہیں کہ نماز اور روزہ کے متعلق پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ سادہ صرف اپنے عمل کو اس کے مطابق بناتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی تاکید کرتے اور ڈراتے ہیں کہ وہ ان کو ترک کریں۔ چنانچہ گزشتہ صاحب

آدے کے صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے۔ اور گرتھ صاحب آدوہ کتاب کے جس کے متعلق سکھ دستور کا عقیدہ ہے کہ اس کے ایک تے فکے روگروالی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضا مندی سے دور ہو جاتا ہے۔ بہر حال گرتھ صاحب آدے کے صفحہ ۱۲۷ پر جو شلوک اس بار میں دست ہے۔ یہ ہے۔

فرید بے نماز کتیا یہ نہ بھلی ریت : کہی چل نہ یو پنجے وقت مسیت
اٹھ فرید اذخوساہ صبح نماز گزار : جو سر سائیں نویں سو سر کپ اتار
جو سر سائیں نویں سر کیجے کاٹیں : کئی ہٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں
ایسا ہی جنم ساہی کلاں صفحہ ۲۲۱ پر ہے۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں

تھوڑا بہت کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

مطلب بے نماز گئے کی طرح ہے اس سے بڑھ کر بدتر اور کون ہے جو مسجد میں باج وقت نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتا۔ مسجد میں آکر جو سر خدا کے حضور نہیں گرتا وہ اس قابل ہے۔ کہ اسے اڑا دیا جائے اور ایندھن کی جگہ جلایا جائے۔

ایسا ہی اور بہتے مقالات ہیں۔ جو اسی طرح نماز کی تاکید اور تادک نماز کے لئے وعید پیش کرتے ہیں۔ لیکن کیا سندھی یا گائتری وغیرہ کے متعلق بھی مایا زور دیا۔ اور کیا اس کے تادکوں کے لئے بھی اسی قسم کی وعید بیان کی؟ یقیناً نہیں۔ بلکہ وہاں تو یہ کہا کہ یہ ہیں ہی فضول انکو تھوڑا دو۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ باقا صاحب مسلمان تھے۔

قرآن شریف اُوَیْدِ مقدّس | مسلمان قرآن کو خدا کی کتاب سمجھتے
ہیں۔ اور ہندو و دیکو۔ باوا صاحب
گر محمد صاحب صفحہ ۸۳۶ پر فرماتے ہیں۔

پت دن پو جاست دن سنجم جت دن کا ہے جنیو
ناو ہو و ہو و تلک بڑھو اہو سنج دن سنج نہوئی
کل پروان کتیب قرآن پو تھی پندت ہے پران

مطلب یہ کہ پو جا پارٹ۔ جھوت چھات۔ جنیو پندتا۔ اشنان کرنا اور تلک
لگانا کوئی بھی تو چیز اس زمانہ میں کام نہیں آ سکتی۔ مگر ایک ہی کتاب ہے جو اس
کل کے عہد میں کام آ سکتی ہے۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔ ہاں وہی قرآن
مجید کہ جس کے سامنے نہ پو تھیال کچھ حقیقت رہتی ہیں۔ اور نہ پران۔ نہ
پندت اس جیسی حقیقت بیان کر سکتے ہیں۔ اور نہ دو دان اس جیسی معرفت
بتا سکتے ہیں۔

پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۴۷ پر یاد ا صاحب فرماتے ہیں۔

توریت۔ زبور۔ انجیل۔ ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قصہ آن کتاب نکل یگ میں پر دار

یعنی قرآن شریف کے بالمقابل توریت۔ زبور۔ انجیل اور وید کوئی بھی تو ایسی
کتاب نہیں جو انسان کو گناہوں پاپوں اور بدیوں سے بچا سکے۔
ایسا ہی جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں۔

تیسے حرف قرآن دے تیسے سپارے کیس
تس و پھر پند نصیحتاں سن کر کرو یقین

یعنے قرآن شریف کے تیس عرود اور تیس ہی اسکے پیارے بنائے گئے ہیں۔ اور اگر کوئی نصیحت و موعظت کسی کتاب میں ہو سکتی ہے تو وہ اسی کتاب میں ہو سکتی ہے۔ اور یہی وہ کتاب ہے جس میں معرفت الہی کے راز اور قرب خداوندی کے اسرار بیان کئے گئے ہیں۔ پس یہی کتاب ایمان لانے کے قابل ہے۔ اور اسی پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور انہی پر یقین کرنا چاہیئے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ جھوٹی جھوٹی باتوں میں خدا اور رسول اور قرآن کی قسمیں کھاتے ہیں۔ باوا صاحب اس طرح کی قسمیں کھانے والوں کے متعلق جنم سماخی بھائی بالائیں فرماتے ہیں۔

کھاؤں قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سٹرسن آکھنی کلام

فرماتے ہیں۔ جو قرآن جیسی بزرگ کتاب کی جھوٹی قسمیں بار بار کھاتے ہیں۔ اور دنیا کی معمولی معمولی باتوں کے لئے اس کی حلف اٹھاتے ہیں بھٹک و خبہ وہ دوزخی ہیں۔ اور دوزخ کی آگ کے اندر جلتے والے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ یہ نبی کا کہنا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ باوا صاحب تو قرآن جیسی کتاب کی جھوٹی قسم کھانے والوں کو بھی موجب خسار سمجھتے ہیں۔ پھر اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا آپ کیوں اپنے لئے اور اپنے پیلوں کے لئے ضروری سمجھتے ہونگے پس کچھ بھائیوں کو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ باوا صاحب کے دل میں اسلام اور اسلام کے اور اسلام کے نبی اور اسلام کی کتاب کی کس حد پر عزت تھی۔ اور کس حد تک وہ ان کے ذریعے فلاح پانا بتا رہے ہیں۔

پھر وار آسا محلا پہلا میں درج ہے۔

ناتک میر و شریہ کا ایک رتھ ایک رتھوائے

جگ جگ پھیر ڈایا گیا نے بجھے تائے

سام کہے ستمبر سوانی سچ میں آپھ سچ ہے

سب کو سچ سماوے ی

رگ کہے رہیا پھر پور رام نام دیوا میں سور

نام لیا پیر اشیت جائے

ناتک تیوں موکھتر پائے

نچ میں جوہ چھلی چند رادل کاہن کرشن جادوم بھیا

پار جات گوپی لے آیا بندر ابن میں رنگ کیا

کل میں پیدا تھرون ہو یا ناؤ خدائے اللہ بھیا

نیل بستر لے کپڑے پہرے ترک پٹھانی عمل کیا

مطلب باوا صاحب اسبک فرماتے ہیں۔ کہ یہ عالم یعنی کائنات ایک

رتھ پر سوار ہے۔ اور اس رتھ کے چلائے والا ایک ہی ہے۔ ہاں وقتاً فوقتاً

ضرب و ریات زمانہ کے لحاظ سے رتھ بدلتے رہے ہیں۔ مگر اسکا چلانے

والا یعنی ”رتھوا“ کبھی نہیں بدلا۔ شروع سے ایک ہی رہا ہے۔ ست یگ

کے زمانہ میں یہ رتھ جس پر سوار ہو کر اہل دنیا دینی اور دنیوی مصائب سے محفوظ رہے۔ سام وید تھا اور دنیا کے دوسرے دور یا عہد یعنی تریائیک میں رگ وید تھا۔ اور دنیا کے تیسرے عہد یعنی ود پر میں تہجروید تھا۔ اور دنیا کے اس آخری زمانہ میں جسے ہندو لوگ ”کل یگ“ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور مسلمان ”فیج اعوج“ کہتے ہیں۔ ایسے پُر آشوب زمانہ میں دنیا کی نجات کے لئے وہ وید ہے جس میں پر ماتما کے نام کو اللہ کے لفظ سے پکارا گیا ہے۔ اور اس وید کے ماننے والے ترک اور بیٹھان ہونگے۔ اب جائے غور ہے کہ وہ کونسا وید ہے جس میں پر ماتما کا نام اللہ کہا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ ”وید قرآن مجید ہی“ ہے جس کی پہلی ہی سورت میں الحمد للہ رب العالمین یعنی سب تعریف ”اللہ“ ہی کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے۔ اور ترک اور بیٹھان کس وید کو مانتے ہیں قرآن مجید ہی کو۔ تو بادا صاحب کا یہ فرمانا کہ کل یگ یا فیج اعوج کے زمانہ میں سرت قرآن مجید ہی وہ وید ہے جس کو بڑا کرا دیں کی ہدایات پر عمل کر کے انسان نجات اور مکتی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ کچھ دوستوں کے لئے بہت ہی قابل توجہ ہے۔ کیونکہ یہ ان کے گوروا عظم حضرت بادا نامک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اور پھر یہ اس بانی (اقوال) میں درج ہے جسے ہر ایک عقیدہ مند کچھ روزانہ صبح کے وقت پڑھتا ہے۔ یعنی آسا دی وارتمیری درددل سے دُعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے کچھ دوستوں کو اس شلوک پر تدر کر کے کی توفیق دے۔

پھر ایسا ہی شریعت پر عمل کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

(جس کا بھی جہانی نام نہ ہو۔ ۲۲)

بدعت کو دور کر قدم شریعت راکھ
نیوں چل آگے سب دے مندا کسی نہ آکھ

یعنے شریعت پر چلنا بدیوں سے بچنا ہے پس اے مرد خدا تو متواضع
اور فروتن بن۔ اور پیارا اور محبت اور خلوص کے ساتھ ہر ایک سے پیش آ۔
اور شریعت کی پابندی کر۔ کہ شریعت کی پابندی از بس ضروری ہے۔

میں اپنے دوستوں کو یہ بات نوٹ کرانا چاہتا ہوں۔ کہ شریعت اسلام
ہی ہے۔ گویا باا صاحب اس جگہ اسلام کے متعلق یہ فرمائیے کہ اس کے
مکمل پر چل۔ کیونکہ ہندو عقائد سے تو باا صاحب بڑا کنارہ نشی کا اظہار
فرما چکے ہیں۔ اور پھر ہندو عقائد پر شریعت کا لفظ بھی نہیں بولا جاتا۔ پس
یہ وہی شریعت ہے جو اسلام لایا۔

حضرات! قرآن شریف کے متعلق میں نے مختصر طور پر باا صاحب کے
عقیدہ کو پیش کیا ہے۔ اب میں ویدوں کے متعلق بھی ایسی طرح باا صاحب
کے خیالات کو پیش کرتا ہوں۔

وید اور باا صاحب | قرآن شریف کے متعلق تو باا صاحب فرما چکے
ہیں۔ کہ یہ ہندو نصیحت کا خزینہ ہے۔ اور اس

کل یک میں اگر کوئی کتاب پر دابر چڑھی ہے تو وہ قرآن شریف ہی ہے۔
کیونکہ معرفت الہی اور قرب ربانی اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اب نیٹے
ویدوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ (سورٹھ محلہ پہلا)

شاستر وید کے کہڑو بھائی گرم کرو سنساری

پاکھنڈ میل نہ چوکئی بھائی انتر میل دکاری

مطلب یہ کہ اس وقت شاستر اور وید ہرگز اس قابل نہیں کہ انکے پڑھنے
سے تزکیہ نفس اور قلبی صفائی حاصل ہو۔ اور خواہشات نفسانی کم ہوں
تو جب اس سے نہ روحانیت نہ خفیت نہ طہارت پیدا ہو۔ تو پھر اس کے
پڑھنے سے کیا فائدہ؟

پھر اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ باوا صاحب نے اس بارے میں دینی صاف رائے کو بھی بیان فرمادیا۔ کہ اس میں سے کسی کو بھی کچھ نہ ملے۔ چنانچہ گرنہ صاحب طار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ پنڈت منی تمکے ویدوں کا ابھی اس
ہر نام چت نہ آؤنی نہ نہج گھر ہوئے واس

یہ سنسن مانہ میں رشی اور منی کہلانیوالے بھی وید کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے لیکن حیات باودانی نہ پاسکے۔ وید سراسر مہ از معرفت ہیں۔ خدا اور خدا کے حامد جو خدا کے پاک بندوں پر آشکار ہوتے ہیں۔ ویدان سے نا آشنا محض ہیں۔ پھر گرنہ صاحب کے اسی طار محلہ میں فرماتے ہیں۔

ترگن بانی وید دیچار ۛ بکھیامیل بکھیما وپار
ہندوؤں کے بزرگوں نے بھی ان ویدوں کو پڑھا۔ مگر پھر بھی گیان نہ پاسکے۔ پھر اسی موقع پر گرنہ صاحب میں وید پڑھنے کے باوجود شانتی یعنی اطمینان قلب حاصل نہ ہونے کے متعلق فرماتے ہیں ۛ

وید پڑھے ہر نام تاپو جھے ۛ مایا کارن پڑھ پڑھ لو جے
کہ ویدوں کے پڑھنے سے شانتی تو کیا حاصل ہوتی ہے اس سے تو اور بھی بے اطمینانیوں کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔
غرض اسی طرح بے شمار مقامات پر ویدوں کے متعلق باوا صاحب نے ایسی ہی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ اب ان کی اس رائے کو جو قرآن پاک کے

متعلق اپنے ظاہر فرمائی۔ اور اس رائے کو جو آپ نے ویدوں کے متعلق ظاہر فرمائی۔
 سامنے رکھ کر کہیں۔ اور پھر ان کے عمل کو بھی بد نظر رکھ کر بتائیں۔ کہ کیا باوا صاحب
 مسلمان نہیں؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ہندوؤں کے گھر میں پیدا
 ہوا ہو۔ وہ ہندوؤں کے مذہب کے تو بیزاری اور مسلمانوں کے مذہب کے انس
 ظاہر کرے۔ بلکہ اس کے مطابق اپنے عمل کو بھی اور اپنی صورت کو بھی بنائے
 اور صاف اعلان کر دے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اور میرا دین مسلمانوں کا دین
 ہے۔ مگر پھر بھی ہندو کا ہندو ہی ہے؟

رسول اور دیوی دیوتا کا فیصلہ ہے۔ وہ بھی بتاتا ہے۔ کہ باوا صاحب
 مسلمان تھے۔ رسولوں میں سے سب سے بڑے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم ہوئے ہیں۔ اور ہندو برہما۔ وشن اور مہیش ان یمنوں کو عظیم الشان
 دیوتا مانتے ہیں۔ اب دیکھئے۔ باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صفحہ ۶۶
 میں کیا فرماتے ہیں؟

اول خود خدا سی قدرت نور کہاے ۛ برہا وشن ہمیش تین بھر قدرے بناے
 راجس ہا ساک تاسی راگن اتکس ۛ تینوں مل غلیظ ہوتے تانتے بھی زمین
 اول آدم ہمیش ہوئے دو جا برہا ہوئے ۛ تیجا آدم ہا دیو محمد کہے سب کوئے
 اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہندو لوگ سب سے بڑے دیوتا برہما۔ وشن اور مہیش کو
 مانتے ہیں۔ ان میں جو جو خوبیاں تھیں۔ اور جو جو صفات اور گن ان میں پائے
 جاتے ہیں۔ وہ بھی اور تمام دوسرے ہا پرشوں۔ ہا تماؤں۔ ہا کیا نیوں۔
 ہا دیووں اور ہا گروؤں کے تمام صفات بھی اس ایک وجود میں یعنی محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائے جاتے تھے۔ گویا وہ خدا کے بعد اس دہرتی پر

جامع جمیع صفات کاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اسی طرح نبی و رسول کو بھی ہر بات
بند و توان ہر سہ ہادیوں کو خدا جانے کیا سے کیا سمجھ رہے ہیں۔ انہوں نے
تو انکو خدائی صفات دے رکھی ہیں۔ مگر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ خدا سے
بے نیاز نہ تھے۔ بلکہ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح اس کے محتاج تھے چنانچہ
آپ فرماتے ہیں :-

برہما بشن۔ ہمیشہ دوارے پہ اور بھی سیویں لکھ پاپارے

کہ یہ بھی مثل دوسرے انسانوں کے خدا ہی کے محتاج ہیں۔ اسی کے دیئے ہوئے
رزق سے پلتے ہیں۔ اسی کے دیئے ہوئے پانی۔ اسی کی بخشی ہوئی روشنی۔ اسی کی
عطا کی ہوئی نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔

حج گعبہ اور حضرت باوا صاحب | پھر جب باوا صاحب حج کے لیے جا رہے
تھے۔ تو انہوں نے جو دعا خدا تعالیٰ کے

حضور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ کی۔ وہ بھی اس بات کو بتا رہی ہے
کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ اول تو حج کو جانا ہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپ
مسلمان تھے لیکن اس دُعا نے تو اور بھی واضح طور پر بتا دیا۔ کہ آپ یقیناً مسلمان
تھے۔ اور کسی دیوی دیوتا کے پوجاری نہیں تھے۔ بلکہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ ختم ساکمی مصائی بلا مشابہ لکھا ہے کہ باوا صاحب نے
راستہ میں گرو گرو اگر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ

”ہے بھگوان تو خیر خیر اس دیر خیر خیر مصطفیٰ اؤں سنار دی گئی کے
لئے سمجھیا۔ مگر لوگ غفلت دی نیند سوئے ہوئے ہیں۔“

اس دعا میں کسی دیوی دیوتا کا نام نہیں لیا گیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا نام لیا گیا ہے۔ جن کو باوا صاحب دنیا کے ہادی اور خیر و برکت داتے ہیں۔
مضمون میں اختصار۔ براءدان اوقت تھوڑا ہے۔ اسلئے میں اس حوازیہ کو اتنا

ہی پیش کر کے نہ گرامس کو لیتا ہوں۔ چونکہ وقت کم رہ گیا ہے۔ اسلئے مجبوراً مجھے ان کو بھی مختصر کرنا پڑے گا۔

جج اور تیر تھریا ترا [یہ ظاہر ہے کہ مسلمان اگر حج کو جاتے ہیں۔ تو ہندو تیر تھریا ترا کرتے ہیں۔ اب ہم نے دیکھنا ہے کہ ان ہندو میں سے بادا صاحب نے کس کو پسند کیا ہے۔ ایک خدا ترس شخص کے لئے تو یہی کافی ہے۔ کہ بادا صاحب کو اہام میں حکم دیا جاتا ہے۔

”اے نانک! حضرت مکہ مدینہ کا حج کر“ (جنم ساکھی بھائی بالا)

اور وہ اس پر یقین کر بیگا کہ یقیناً بادا صاحب مسلمان تھے۔ ممکن ہے کوئی ان صاف لفظوں کے ہوتے ہوئے کہہ دے۔ کہ مکہ مدینہ کے حج سے ہر دور یا کائنات یا کسی اور تیر تھریا ترا مراد ہے۔ سو اگر یہ یاس کی غلطی ہوگی۔ مگر میرے دوستو! میں بتاتا ہوں۔ کہ اس حضرت مکہ مدینہ سے مراد وہی مکہ مدینہ ہے جو عرب میں واقع ہے۔ اور جہاں تمام روئے زمین کے مسلمان جاتے ہیں۔ نہ کہ کوئی اور تیر تھریا ترا جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۸۵ پر بادا صاحب کا ایک اور اہام درج ہے۔ جس میں صاف طور پر ہندوؤں کے تیر تھریا ترا کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ پھر باواجی کو اہام ہوگا کہ

”وڈیائی تساون شیخ دی ملی ہے۔ دیول دیوتے اور پراجین

تیر تھریا ترا ہندوؤں دے ہن انہاں نوں منسوخ کرو۔ اور

کوزہ اور بانگ اور مصلے دی ہما جہان وچ ورتاؤ“

مطلب بالکل صاف ہے کہ باواجی کو اہام ہوتا ہے۔ آپ کو شیخ کا رتبہ دیا گیا ہے ہندوؤں کے دیول دیوتے اور قدیمی تیر تھریا ترا کی جڑ میں اکار دے کر۔ اور

کوڑہ اور اذال اور مصلے کے فوائد لوگوں کو سمجھاؤ۔

”حضرت مکہ مدینہ“ کا حج اور ہندوؤں کے دیول دیوتاؤں اور پرامہین تیرتھوں کی ترویج کا حکم بذریعہ اہام ملنا اور باوا صاحب کا اس بندہ علمدار مذکرنا آپ کے مسلمان ہونے پر شاہد ملاحظہ ہے۔ پھر ان سانی ملکوں کی تعمیل میں باوا صاحب حج کو گئے۔ بے شک باوا صاحب بعض تیرتھوں میں بھی گئے۔ مگر وہاں جا کر کیا کیا وہی کہ ان کی ترویج اور ان میں رہنے والے لوگوں کو تلقین ہدایت کی۔ نہ یہ کہ وہاں جا کر ان لوگوں جیسے ہی عمل کئے چنانچہ گرتھ صاحب ماجہ محلہ ۴ میں آپ فرماتے ہیں ۵

تیرتھ نہائے نہ اور بس میل ۶ کرم دھرم سب ہوئے پھیل

یعنی تیرتھوں کے نہانے سے دل پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی مل دنیوی طونیوں سے الگ ہوتا ہے۔ بلکہ تیرتھوں کی یا ترا سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ پھر ایسا ہی گرتھ صاحب ماجہ محلہ ۴ میں فرماتے ہیں ۵

ایہ من میل اک نہ دھیائے ۶ انتر میل لاگی بہو دو جے بھلے

تث تیرتھ دستر بھوئے اہنکاری ۶ ہو رو دھیری ہوئے میل لاو نیاں

یعنی لائش گناہ سے طوٹ ہونا اور اس سبب سے خدا کا انکار کرنا موجب خسران ہے۔ تم خیال کرتے ہو کہ تیرتھوں کی یا ترا سے تمہارے دل پاک ہو رہے ہیں تمہارا دل پاک نہیں ہو رہے بلکہ مجب اور غور سے بھرے جا رہے ہیں۔ اور خدا کو مجبور اور غور بند نہیں۔ بلکہ بخیر دانکسار پسند ہے۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں۔ (دھن ساری محلہ پہلا)

تیرتھ نہا دن جاؤ تیرتھ نام ہے ۶ تیرتھ شبد بیچارا نتر گیان ہے

تم تیرتھوں کی جاترا کے لئے اسقدر مصائب برداشت کرتے ہو۔ لیکن یہ اصلی تیرتھ نہیں۔ اصلی تیرتھ تو خدا تعالیٰ کی بندگی ہے۔ اسی کی عبادت میں سب تیرتھ ہیں۔ سو یاہئے کہ اسی کی محبت اور اسی کے گیان اور اسی کی معرفت کے تیرتھ میں اشان کرو۔ تاہمیں حقیقی اطمینان قلب حاصل ہو۔ اور تم رضا الہی پا سکو۔

جج کے متعلق جسقدر شد و مد کے ساتھ باوا صاحب نے عقیدت ظاہر کی ہے۔ اور جس طرح آپ نے اپنے سفر جج کو اختیار کیا۔ وہ بہت سے حضرات پر عیاں ہے۔ اور کچھ مینے بیان بھی کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ اسقدر کافی ہوگا۔

خدا اور اوتار | حضرات اب میں آپ کو باوا صاحب کے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ وہ شاید ضرورت نہیں ہوگی۔ کہ اوتار کیا چیز ہے۔ اور ہندوؤں کا اسکے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ میرے دوست ایک نبی یا ایک پیغمبر یا ایک رسول کے آنے اور اس کے کاموں سے خوب واقف ہیں۔ اور باحقی طرح جانتے ہیں۔ کہ ایک نبی یا ایک رسول یا ایک پیغمبر کن حالات میں آتا ہے۔ اور اگر کیا کام کرتا ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ سب یہ جانتے ہیں۔ کہ جب رومانیت دنیا سے دور ہو جاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس رومانیت کو پھر پیدا کرنے کے لئے کسی شخص کو مامور کر کے دنیا میں بھیج دیتا ہے۔ اور اس مامور کا نام نبی یا رسول یا پیغمبر ہوتا ہے۔ ہندوؤں نے ان لوگوں کو ضیائیں مسلمان نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے ہیں۔ اوتار کے نام سے نامزد کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ انہوں نے ایک نئی صورت پیش کر دی ہے۔ جو ہرگز قابل قبول نہیں۔ مسلمان تو ایسے شخصوں کو خدا کا مامور مانتے ہیں۔ لیکن ہندو یہ کہتے ہیں کہ وہ خود خدا ہوتے ہیں۔ جو ہندوؤں کی طرح کسی کے گھر میں جتم لیتے ہیں۔ اور چند روز دنیا میں رہ کر اور لوگوں کو ہدایت دیکر پھر بندوں کی طرح فوت ہو جاتے ہیں۔ اب ماسور کے متعلق ہندو اور مسلم عقیدہ میں یہ ایک بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا کہ باوا صاحب جب دنیا میں

تشریف لائے تو آپ نے ہندوؤں کے مسئلہ اوتار کی تردید کی شروع کی۔ اداس بات کو بڑے زور سے پیش کیا۔ کہ خدا پیدا ہونے جو لوگ اس آئے اور مرنے وغیرہ سے پاک ہے۔ چنانچہ پجاری صاحب میں آپ کا ایک مشہور قول بھی اس مطلب کا ہے۔
”اجونی سے بھنگت“

چونکہ خدا عادت نہیں۔ اور پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ مرتا بھی نہیں۔ ایسا گرتھ صاحب اور ام کلی محلہ میں فرماتے ہیں۔

اوتار نہ جانے انت ۛ پیر میشر پارہ برہم بے انت

یعنی یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے۔ جو اوتاروں یعنی ریشیوں کو مین پر میشر سمجھتے ہیں۔ یہ میشر تو انسانی قالب اختیار کرنے سے پاک ہے۔ اوتار کے معنی یہ نہیں۔ کہ وہ خود خدا ہے۔ جو دنیا میں کسی کے گھر پیدا ہو کر آگیا۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ کوئی ایسا شخص دنیا میں آگیا۔ جو دوسرے لوگوں کے بالمقابل معرفت سے زیادہ آگاہ ہے۔ اور خدا کی طرف سے مامور ہے۔ کہ وہ لوگوں کو خدا کی معرفت حاصل کرائے۔

پھر ایسا ہی گرتھ صاحب بھیہون محلہ میں فرماتے ہیں۔

سو مکھ جلوجیت کہ ٹھا کر جونی

وہ شخص دوزخی ہے۔ جو کہتا ہے کہ خدا جو لوگوں میں آکر انسانی قالب اختیار کرتا ہے غرض اسی طرح با دا صاحب نے کئی مقامات پر بڑے زور کے ساتھ ہندوؤں کے اس عقیدہ کی تردید کی۔ اور نقائص بتلائے ہیں۔ جو وہ اوتاروں کے متعلق رکھتے تھے لیکن خدا کے متعلق بتلاتے ہیں۔ کہ وہ ایسی دردالوراء ہستی ہے۔ کہ یا وجود یکہ لوگوں نے سب کچھ چھوڑ چھا کر سنیاس اور برہمراگ اختیار کیا۔ مگر پھر بھی اس کے انت (اسلام) کو نہ پائے سکے۔ اور اس کی حقیقت سمجھنے سے عاجز رہے۔ چنانچہ گرتھ صاحب اس محلہ میں فرماتے ہیں۔

جگہ جگہ کے راجے کئے گاوے کراوٹاری

تن بھی انت نہ پایا تاکا کیا کراکھ دیپاری

مطلب یہ کہ بڑے بڑے راجوں اور جہازوں نے راج پٹ چھوڑ کر سیناس
اور بیراگ اختیار کیا اور تارک الدنیل بن گئے۔ مگر پھر بھی اس قادر مطلق کے
انت کو نہ پاسکے۔ اور اس کی کہنے تک نہ پہنچ سکے۔
پھر ہزارے کے شعبوں میں لکھا ہے۔

بن کر تار نہ کر تم مانو۔ آدابوں اچے انباشی تہہ پر میشر جانو ۱۷۷

مات مات نہ جات جان کر پتر پتر کر نہ کون کاج کہاٹیں گے تو ان کو نہ

سو کم مانس روپ کھائے سدھ ساڈھ کر مارے کیہوں نہ دیکھن پائے

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ خالق ایک ہی ہے۔ جو ظہور عالم سے بھی میشر تھا یا د صاحب
ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ اسی ایک خالق کے نام کا درود کرو۔ اور اسی خدا کے نام کا خلیفہ
پڑھو۔ جو ظہور عالم سے پہلے بھی حق تھا۔ اور پھر ظہور عالم کے وقت بھی حق تھا جس
طرح وہ زمانہ نامی میں حق تھا۔ ویسا ہی زمانہ حال میں ہے۔ اور ویسا ہی زمانہ
آئندہ میں بھی حق ہو گا۔ اور وہ پیدا ہونے اور حوڑنے میں آنے سے پاک ہے۔
یہ مفہوم بالکل سدھ اخلاص کے مفہوم کے مطابق ہے۔ اور سرورِ فوق نہیں رکھتا۔
پھر آگے چل کر یادِ اصحاب فرماتے ہیں۔ برہما۔ راجندہ کرشن۔ یہ سب آدم کی
اولاد تھے۔ اور ہندوؤں کے بعض فرتے۔ مثلاً فرقہ ”سدھ“ ساڈی لگا کر ہارچو۔
مگر وہ خدا کا انت (اسرار) نہ پاسکے۔

ایسا ہی باقدا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے کوئی دوسرا اور دروازہ

سوائے تیرے دروازے کے نہیں۔ کہ جہاں ہم جائیں۔ آپ ہی جس قدم میں

دیتے ہیں۔ ہم کھاتے ہیں۔ امدانامک ایک ہی عرض کرتا ہے کہ روح امد جسم یہ سب آپ ہی کے ہیں۔ آپ اگر یہ ہیں نہ دیتے تو ہم کہیں سے یہ نہیں لے سکتے تھے۔ وہ شبیہ ہے۔

جیسا دہیں تیسرا ہو کھاؤ ۛ بیاد نہیں کے درجاؤ

نامک ایک کہے ارداس ۛ جیو پنڈ سب تیرے پاس

پھر خدا کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ پیدا شدہ نہیں۔ امد یہ بھی نہیں کہ وہ کبھی کبھی انسانی جنم لیکر کسی انسان کے گھر پیدا ہو جاتا ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں ۛ (جپ جی صاحب)

”ایک اومکار ست نام کرتا پرکھ نہ بھوزویرا کال مورت ارجونی
سے بھنگ گور پرشاد جپاؤ سچ جگاد ۛ ہے بھی سچ نامک ہوسی
بھی سچ“

مطلب یہ کہ ایشور وعدہ لا شرکیہ ہے۔ کوئی اس کا ثانی نہیں۔ کل کائنات کا پیدا کرنا والا۔ اور پھر عالم کو نابود کرنا والا وہی ایک ہے۔ وہ ازلی ابدی ہے۔ عدم اور میت سے بری ہے۔ خالق کل ہے۔ نیم و خوف سے بری ہے۔ چونکہ وہ لا شرکیہ ہے۔ اس لئے اس کو کسی سے عداوت نہیں۔ کیونکہ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ موت سے بھی پاک ہے۔ اور تمام صفات کاملہ کا منبع بھی وہی ہے۔ پھر اس کے قبضہ و اختیار اور قدرت امد اقتدار کے متعلق باوا صاحب فرماتے ہیں ۛ

پے وچ پون دے سداؤ ۛ پے وچ چلے لکھ دریاؤ ۛ
پے وچ اگن کڈھے دے گاہ ۛ پے وچ دہرتی دے بیاہ ۛ
پے وچ سورج پے وچ چند ۛ کوہ کر دڑی چلت نہ انت

یعنی یہ خدا ہی ہے جس کے حکم کے ماتحت مختلف ہوائیں چلی ہیں۔ جس کے حکم کے ماتحت لکھو کھا دیا چل رہا ہے جس کے حکم کے ماتحت گنتی چلتی ہے جس کے حکم کے ماتحت زمین سے طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں جس کے حکم کے ماتحت موسم چاند اور تمام اجرام فلکی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جس کے حکم کے ماتحت وہ تمام کروڑوں میل محور گردش کرتے ہیں۔ پھر راگ آسا علیہ السلام کوکبہ میں صاف فرما دیا کہ اقرار خدا نہیں ہو سکتے۔

کیا اوہ پاتیری آکھی جائے توں سرب میں رہیا لولائے
پون اپائے دہری سب دہرتی چل گنتی کا بند کیا
اندھے دہر منڈ کٹیا راووں مار کیا وڈ بھیا
جیو اپائی جگت ہتھ کینی کالی نتھ کیا وڈ بھیا

کستوں پر کھ جو رو کون کھیے سرب زرتہ زور رہیا
ہے پر مشور اور دھن ہے۔ تو نے اپنی رعایت سے ہوا اور پانی اور آگ پیدا
کئے اس دنیا کو قائم کیا۔ اگرچہ راجہ نے دس سر جیسے کینہ خواہشات رکھنے والے
کو مار ڈالا۔ لیکن اس میں کوئی ہنہ وری نہیں۔ اور اس سے وہ خدا نہیں بن گیا۔ اے
رب العالمین ہم اس قدر کمزور ہیں کہ تیری حمد و ثنا نہیں کر سکتے۔ چل و چل اور
بحر و بر میں تیرا ہی جلوہ ہے۔ اور خلقت تیرے ہی ہاتھ سے منور ہے۔ یہ خالق
ہم تیری کیا تعریف کریں۔ تو نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ پر مشور ہم بچہ نہ کرکھ
(مدد) کہہ سکتے ہیں اور نہ ماری (عورت) کیونکہ تو تو جنم مرن سے الگ ہے جو نون
سے نیا رہا ہے۔

غرض اس طرح بادا صاحب نے ہندوؤں کے اس عقیدہ کی تردید کی۔

جو وہاں تاروں کے متعلق رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے اس عقیدہ کی تائید کی۔
 جو خدا اور اس کے ماموروں کے متعلق مان کا ہے۔ اور نہ صرف تائید ہی کی بلکہ
 اس کو تسلیم بھی کیا۔ اور اسی طرح اپنے عقیدہ کو خدا اور تاروں کے متعلق بنایا۔
 جس طرح کہ مسلمانوں کا ہے۔ اور جس طرح کا عقیدہ رکھنے کی مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے۔

اسلام اور ہندو ازم پر باور انا تک
 کا یہ حیثیت مجموعی تبصرہ
 پیلیے بھائیو! اس قدر بتا دینے اور یہ
 بات آپ کے علم میں لا دینے کے بعد کہ
 باوا صاحب ہندوؤں کے گھر پیدا
 ہوئے۔ مگر وہ بچپن سے ہی ان سب

باتوں سے نفرت رکھتے تھے۔ جو ہندوؤں میں بطور رسم و رواج اور مذہب کے
 جاری تھیں۔ چنانچہ یہ بات آپ لوگوں کو معلوم ہو گئی ہے۔ کہ باوا صاحب نے عین
 بچپن کے زمانہ میں رسم زنا بندی کی مخالفت کی۔ اور اسی طرح اور بعض رسوم
 سے سبزیاری کا اظہار فرمایا۔ محض ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہونے سے کوئی شخص
 ہندو نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے اعمال اور کردار سے یہ ثابت نہ کر دے کہ وہ
 ہندو ہے۔ اس کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کہ
 باوا صاحب ہندو تھے۔ یہاں تک کہ کہہ سکیں کہ وہ آپ ہندو تھے۔
 باوا صاحب کے اعمال اور کردار عین مسلمانوں والے تھے۔ ان کے عقائد ان کی
 فکری صورت بلکہ بعض حالات میں کیا اکثر حالات میں ان کا لباس اور ان کی خوراک
 سب مسلمانوں والی تھی۔ چنانچہ آپ نے عین اس وقت جبکہ آپ رائے بھار کی
 کششوں سے اپنی ہشیرہ نانگی جی اور بھائی جی رام کے پاس سلطان پورہ (کوئٹہ) میں
 ٹھہرے۔ اور آپ جیسے اللہ کے مودی نواب دولت خان کے مودی خانہ میں
 بطور مودی مقرر ہوئے۔ تو آپ نے پھر بھی اللہ کی یاد کو نہ چھوڑا۔ بلکہ مودی گری جیسے
 نازک کام کے ذریعے بھی خدا ہی کی رضا کو پایا۔ اور بالآخر سب کچھ چھوڑ کر تیرہ تیرہ
 کہتے ہوئے خدا کے لئے ہو گئے۔

جوں جوں آپ میں خدا کی لگن بڑھتی گئی۔ توں توں آپ پر کھٹنا گیا۔ کہ یہ لگن اگر پوری ہو سکتی ہے۔ اور اس کے پورا ہونے کے سامان اگر کہیں ہیں۔ تو اسلام میں ہی ہیں۔ ہندو دھرم میں انہیں کچھ نظر نہ آیا۔ اس لئے انہوں نے ہر موقع پر اس مذہب کا بطلان کیا۔ اور اسلام میں انہیں سب کچھ دکھائی دیا۔ اس لئے آپ نے انکی تلقین شروع کر دی۔ اور خود بھی اس کے احکام کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے مسجدوں میں جانا۔ نمازیں پڑھنا۔ اذانیں دینا۔ روزے رکھنا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔ حج کرنا۔ اسلامی صوفیاء کے طریق پر مشائخ اور بزرگوں کی قبروں پر مراحل روحانی طے کرنے کے لئے چلے گاٹنا۔ اسلامی مقامات کا سفر کرنا۔ اسلامی طرز کا لباس زیب تن کرنا۔ اسلامی طرز کی خوراک کھانا۔ دوستوں اور لباس بیٹھنے والوں کو اسلام اور اسلام کے خدا اور اسلام کے نبی اور اسلام کی کتاب کی باتیں سنانا شروع کر دیں۔ غرض اپنے آپ کو من کل الوجہ مسلمان بنالیا۔ چنانچہ یہاں تک عظمت اسلامی آپ کے دل میں جاگزیں ہوئی۔ کہ آپ نے نواب صاحب کو بھی جو کہ مسلمان تھے۔ اسلامی عظمت سے، بیریز شد سنانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ آپ نے نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

(دار ماجہ محلہ پہلا شلوک ۸)

مسلمان کہاؤں مشکل جان مجھے تے ناں مسلمان کہاؤں
 اول اول دین کر مٹھا مشکل مانا مال مساوی
 ہئے مسلم دین ہمارن جیون کا بھرم چکانے
 ریت کی مضامنے سراو پر کرتا منے آپ گواہی
 تیوں تا تک سرب جیاں مہمت تے تے ناں مسلمان کہاؤں

یعنے مسلمان ہونیکا دعویٰ کرنا آسان ہے۔ مگر یہ مشکل ہے کہ سچے مسلمانوں
 جیسے کام کئے جائیں۔ پہلے اپنے ایمان کو پختہ کرنا چاہیئے۔ اور پھر اس کو چہرے میں
 قدم رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی جو اپنے ایمان کو پختہ کر کے اور خلوص دل سے
 مسلمان ہوگا۔ وہی دنیا کے سرخ و من سے نجات پائیگا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان
 لائے۔ خدا کی رضا کو مقدم رکھے۔ خودی کو دور کرے۔ اور مخلوق اللہ پر رحم کرے۔
 تب مسلمان ہونیکا دعویٰ کرے۔

ایسا ہی داراجہ محلہ پہلا شلوک ۷ میں فرماتے ہیں ۷

مہر میت صدق مصطفیٰ حق حلال قرآن

شرم سنت میل روزہ ہوئے مسلمان

کرتی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نواز

تبیح شانت سبھاوسی نانک رکھے لاج

مسجد میں باغ سے انسان کے اندر تضرع پیدا ہوتی ہے۔ اور مصطفیٰ پر
 قدم رکھنے سے صدق اور قرآن شریف کی تلاوت سے حق حلال میں امتیاز
 ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے دل میں
 شرم اور حیا پیدا ہوتی ہے۔ اور روزے رکھنے سے شانتی۔ اطمینان قلب
 اور صبر حاصل ہوتا ہے۔ اور نیک کام کعبہ کے حکم میں ہیں۔ جس کی طاف منہ کرنا چاہیئے
 یہ نواب دولت خان ہی کی کوئی خصوصیت نہیں تھی۔ کہ آپ نے اس کے سامنے
 اس قسم کی باتیں بیان فرمائیں۔ بلکہ آپ ہر موقع پر اور ہر مقام پر اس قسم کے
 نکات معرفت بیان فرماتے۔ جو سراسر اسلامی قد و سیت اور اسلامی عظمت سے
 پریزہ ہوتے۔ اور پھر یہ ہندوستان ہی نہ تھا۔ کہ آپ یہاں کے لوگوں کو اس
 قسم کی پسند و موغلت فرماتے۔ بلکہ ہندوستان سے باہر بلاد اسلامیہ میں بھی آپ

کڑی ہی طریق تھا۔ اور آپ وہاں بھی اسی طرح اسلام اور توحید الہی بیان فرماتے
 ہیں۔ مگر ہندو مذہب کی جہاں بھی گئے۔ تردید ہی کی۔ اور بطلان ہی کیا۔ اور کبھی
 اس کے متعلق یہ نہ فرمایا۔ کہ اس کے حکموں کو مانو۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ اسے
 ایک مردہ مذہب سمجھتے تھے۔ اور اس سے اس قابل نہیں جانتے تھے۔ کہ وہ لوگوں کی
 نجات کا باعث ہو سکتا ہے۔ غرض بادا صاحب نے جب تعلیم دی اسلامی عقائد
 ہی کی تعلیم دی۔ اطلاق اگر پیش کئے۔ تو اسلامی۔ توحید اگر پیش کی۔ تو اسلامی۔ خدا
 اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ رسول اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ کتاب اگر پیش کی۔ تو
 اسلامی۔ کلمہ اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ حج اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ اذان اگر پیش کی۔
 تو اسلامی۔ نماز اگر پیش کی۔ تو اسلامی۔ بہشت اور دوزخ اگر پیش کیا۔ تو اسلامی
 غرض ہر بات جو پیش کی وہ اسلامی پیش کی۔ چلے بھی اگر کاٹے۔ تو اسلام ہی کے
 ایک فرقہ کے طریق پر کاٹے۔ سفر بھی اگر گئے۔ تو وہ بھی اسلامی روح کے
 ماتحت کئے۔ مشائخ اور فقراء اور صوفیاء سے اگر ملاقاتیں کیں تو وہ بھی اسلامی
 اغراض اور اسلامی استفادہ کے لئے کیں۔ القصد بادا صاحب کی ہر بات اسلام
 میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور ابہام کے ذریعے بھی خدا نے انہیں اسلام کی ہی تلقین
 کی اور خود انہیں بتایا۔ پڑھایا اور سکھایا۔ کہ صرف اور صرف اسلام ہی ایک
 زندہ مذہب ہے۔ اسی کے پیروکار راہ راست پر ہیں۔ چنانچہ بادا صاحب نے متعدد
 جلسوں کا اظہار فرمایا۔ کہ مسلمان گیانی ہے۔ چنانچہ جنم ساکھی کلاس ص ۲۰۳
 پر فرماتے ہیں ۵

عمل ہندو وال داہٹ گیا و دھ گئے مسلمان

یعنی مسلمان اعمال میں بڑھ گئے۔ غرض اور بھی ایسی باتیں بادا صاحب نے
 اسلام کی تائید اور ہندو مت کی تردید میں فرمائیں۔ جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے
 کہ بادا صاحب مسلمانی عقیدہ رکھتے تھے۔ نہ کہ ہندو دانی۔ کیونکہ ہندوؤں کے
 متعلق تو بادا صاحب نے جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۱ پر صاف کہا ہے۔ کہ ہندو

بُت پرست ہیں۔ اور اس سبب سے وہ کاڑھیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۵

پرستش کرے آفتابِ دی دلی جانے ایہہ خدائے

ایہہ بھی اپنے مذہب و حق ہوئے ہے مگر اے

ہندو ہوئے بُت پرست جانت بُت خدائے

تس کر کا فر اکھیں ہوئے رہے مگر اے

باوا صاحب ہندوؤں کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ بُت پرست ہو گئے اور بُتوں کو خدا سمجھنے لگ گئے۔ اس سبب سے وہ کا فر ہو گئے۔ اب کوئی وہ عقلمند ہے۔ جو باوا صاحب جیسے بھگت کے متعلق یہ خیال کر سکے کہ وہ باوجود ہندو ونگو

کا فر جاننے کے پھر بھی ہندو ہی تھے۔ غرض وہ مسلمانوں کی طرح اسلام علیکم اور

وعلیکم السلام کہتے۔ قیامت پر اسلامی نقطہ نگاہ سے ایمان رکھتے۔ اور اور

باتوں کے لحاظ سے بھی وہ اسلام ہی کی تشریف کرتے۔ اور اسلام ہی کو قابل

قبول اور ملائق ٹھہراتے۔ پس ایک سچے اور موحّد مسلمان کی طرح آپ کی

ہر حرکت اور ہر سکون سے اسلامی شان ظاہر تھی۔

حضرت بیچے ایک عقائد نگ میں لکھا ہوا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے کل مسلم مذہبی عقائد سے

بیزار تھے اور مسلمانوں کے کل مسلم مذہبی عقائد کے معترف۔ اسلام کے موٹے موٹے اصول ہی تو ہیں

توحید۔ کلمہ طیبہ۔ روزہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان۔ حج کعبہ۔ قیامت۔ ملائکہ اللہ اور قرآن

مجید پر ایمان لانا۔ بواوا صاحب سب پر ایمان رکھتے تھے۔ پر یہی نہیں بلکہ آپ خالص توحید کے ہی مقرر تھے چنانچہ آپ

اقوال اور آثار۔ ست نام مکرانہ اور کہ۔ زکریا۔ زوہیرہ۔ اکال مورثہ۔ اجڑی سے بھگت فیروز

وغیرہ اسپر وال ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ حق ہے۔ خالق ہے۔ اس کو کسی

کافور نہیں۔ اس کو کسی سے دشمنی نہیں۔ اس پر فنا نہیں آتی۔ وہ

پیدا نہیں ہوتا۔

غرض بادا صاحب کا تبصرہ جو آپ نے اپنی زندگی میں ہندو مسلم مذہب پر کیا۔ اور بادا صاحب کا عمل جو آپ نے اسلام کے مطابق کیا۔ بتاتا ہے۔ کہ آپ خاص مسلمان تھے۔ اور آپ کا یہ تبصرہ اسلام کی تائید میں تھا۔ اور ہندومت کی تردید میں :-

بادا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق سکھوں کی گواہی

حضرات! یہاں تک تو میں نے بادا صاحب کے اقوال۔ اعمال اور شہادتوں کی بنا پر ثابت کیا ہے۔ کہ وہ مسلمان تھے۔ اب میں آپ کے

مسلمان ہونے کے متعلق خود کچھ حضرات کی شہادتیں پیش کرتا ہوں۔ جو بلاخوف تردید اس بات کو پیش کر رہی ہیں کہ بادا صاحب مسلمان تھے چنانچہ بے پہلے میں داراں بھائی گورداس جی اور جنم ساکھی کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ کہ بادا صاحب مسلمان تھے۔ اور جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۷ پر ہے ۵

پھر نیلا جوبہ پن کے بیٹھا کے آن
اکو اک خدا ہے آکھے موہوں کلام
نیلا بانا پن کر دھریا مصلے سیس،
عصا کو زہ پاس رکھ پوری کی حدیث

پھر داراں بھائی گورداس جی صفحہ ۱۱ اور ۱۲ پر ہے ۵

بابا پھر تے گیانیل بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلے دھاری

یعنے حضرت باوا صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے نیلے کپڑے پہن کر بغل میں قرآن مجید لٹکا کر وضو کے لئے کوزہ پاس اذان دیتے اور ناز پڑھتے ہوئے

مطلب یہ کہ ان سب باتوں کو کرتے ہوئے باوا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو پورا کیا۔

حضرات! میں اس جگہ یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ واراں پہاڑی گورداس جی سکھوں میں ایک نہایت ہی معتبر کتاب ہے۔ اور اس کی سکھوں کے ہاں اس قدر عظمت اور قدر ہے۔ کہ سکھ اسے فری گرنٹھ صاحب کی چابی کہتے ہیں۔ اب ایسی ثقہ کتاب سب بات پر فہم کر رہی ہے۔ کہ مصلے عصا اور کوزہ وغیرہ پاس رکھ کر باوا صاحب نے حدیث نبوی کو پورا کیا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ کسی حدیث نبوی کو جو مسلمان کے کوئی پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

تاریخ گرو خالصہ کی باوا صاحب	میں پہلے بتا چکا ہوں کہ تاریخ گورد خالصہ مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی سکھوں کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۵۵ پر گرو صاحب کا یہ شلوک درج کیا گیا ہے۔
------------------------------	--

جمع کرنام دی پنج نماز گزار

باجوں نام خدا میدے ہو سیں بہت خواہ

اسکا سوا کے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ باوا صاحب کے متعلق یہ دکھایا جائے کہ آپ اسلامی احکام مانتے تھے اس شلوک میں باوا صاحب جس حقیقت کو پیش کیا ہے وہ خود کے ساتھ بول ہی ہے۔ کہ وہ اسلامی حقیقت ہے۔ فرماتے ہیں۔ عاقبت کے لئے خدا کے نام کا تو شمع جمع کرو۔ مگر وہ تو شمع بغیر پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی کے ہرگز

ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔ پس اسکے جمع کرنے کے لئے پانچ وقت کی نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں۔ کیا ایسا شخص جو شرعاً خری کا جمع ہونا ناجائز سمجھتا ہے کہ وہ جمع ہوتا ہو؟ اس کو جمع نہ کرتا ہوگا؟ یقیناً وہ اس کے جمع کرنے کے لئے تنہا دھن سے کوشش کرتا ہوگا۔ پس ایسے شخص کے متعلق یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں۔ ہندو تھا۔ یا وہ صاحب کا سارا کلام حیاں مار دے۔ کہیں آپ کو نہیں ملیگا۔ کہ آپ نے سندھی یا گائتری کا پاتھ کیا ہو یا اس کے متعلق ہندوؤں ہی کو کہا ہو کہ تم اسے کرو۔ بلکہ وہ تو جابجا اس کا بطلان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور نہ صرف اس سے بلکہ تمام دیگر عقائد سے بھی ہندوؤں کو روکتے ہیں۔

دو سو سو! عازم حج کون ہوتے ہیں۔ نیلے کپڑے کن کے ہاں پہنے جاتے ہیں۔ عصا۔ قرآن۔ کوزہ اور مصلے کا جھنڈا کون لوگ کرتے ہیں۔ اور کس غرض سے کرتے ہیں۔ پھر اس شان خصوصی کے ساتھ جو شخص اس مسجد میں جا بیٹھتا ہے حاجی لوگ حج کے لئے جمع ہوں۔ کیا اس کے متعلق کہیں گے کہ وہ ہندو ہے؟ ذرا سوچو اور غور کرو۔ اگر وہ ہندو ہوتا تو تھنقہ لگائے مگر گھبرا لائے۔ گڈوی۔ ڈوری سنبھالے۔ انگ بھجھوتے ملے۔ مالا او گنٹھے پہنے کسی بند میں جا بیٹھتا۔ یا کسی تیرتھ پر جا بیٹھتا۔ لگاتار حاجیوں کی مسجد میں اسلامی شانِ نبوی کے ساتھ جا کر بیٹھنے کی کیا وجہ؟

یا وہ صاحب نے اذان دی | پھر یہی ہیں۔ اسی دارانِ بھالی گوراس جس کے منہ پر منہ ج ہے

بایا گیا بعد اذنوں باہر جا کیا استھانان

راک بابا اکالی روپ دو بار بابی مرداناں

دقی بانگ نماز کر سن سماں ہو یا چھاناں

سورت نہیں۔ ہر دھار نہیں۔ بتلاؤ نہیں۔ لیکن ناتھ۔ بندہ ابن نہیں سمجھتا
 نہیں۔ بلکہ باوا صاحب بتا دے گئے۔ ہاں اس بتا دے میں جو ایک عرصہ تک اسلامی
 حکومت کا گہوارہ رہا۔ اور جس میں کوئی مندر نہیں۔ کوئی شوالا نہیں۔ بلکہ مزار ہیں۔
 روضے ہیں۔ خاتقا ہیں ہیں۔ چال تل نہیں بچتے۔ ناقوس طاویلا نہیں مچاتے۔
 بلکہ بانگ اللہ اکبر بلند ہوتی ہے۔ باوا صاحب وہاں گئے۔ وہاں ڈیرا لگایا۔
 بھائی مردان بھی ہمراہ تھا۔ ایک دلکش اور سُریلی آواز میں باوا صاحب نے بانگ
 دی۔ اور ایسی رسیلی اور پیاری آواز میں قرأت پڑھی۔ کرب انگشت بدلتاں ہو گئے۔
 میرے ساتھ بھائی اور ہندو دوست ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں۔
 کیا باوا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اسپر بھی اگر انکار ہے۔ تو سمجھائیگا خدا
 والا ہی قصہ ہے۔

تاریخ گرو خالصہ شہادت | تاریخ گرو خالصہ حصہ اول صفحہ ۶۲ پر مذکور ہے۔
 بابا جی جدے جاؤ تے۔ ایتھے مانی خوا

دی قبر توں پورب دے رُخ دریا دے کنارے بابے دماکان ہے۔
 اسے نوں نانک قلندر یا ولی ہندو دادا ڈیرہ اکھدے ہن۔ عرب و حج
 باداجی عصا۔ اساتوہ (کوزہ) مصلی (جائے نماز) کتاب (قرآن کریم) نیلے
 رنگ دی ڈی (پیشینے کی ڈی) جو اکثر موفیا لوگ پہنتے ہیں) رکھدے
 سن تے اپنے ساتھیوں پاسوں بھی رکھاندے سن“

ساجان! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں۔ اور جو کچھ اس وقت میں بیان کیا۔ یہ
 سب کچھ آپ سُن رہے ہیں! جی بھی اس مجمع میں ہیں۔ اور غیر جی بھی ہندو
 بھی اسمو قہ پر موجود ہیں۔ اور سکھ دوست بھی۔ کیا کوئی اس دس بارہ ہزار کے مجمع
 میں سے بتا سکتا ہے۔ کہ اس بیٹے دشان کے ساتھ ہندو بھی رہا کرتے ہیں۔
 یقیناً آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا۔ جو سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ سکے۔ کہ ہاں
 ہندو لوگ بھی یہ لباس پہنا کرتے ہیں۔ اور اس طرح قرآن۔ عصا۔ کوزہ۔ اور

مصلے پاس رکھا کرتے ہیں۔ اور اذانیں دیتے ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور حج کرتے ہیں۔ اور نہ صرف خود کرتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ پس یہ مسلمانوں ہی کا طریقہ ہے۔ اور انہی کی یہ شان ہے۔ کہ وہ تذلل و انکسار اختیار کرنے کے لئے جہاں اپنی سیرت میں عاجزی اور فروتنی پیدا کرتے ہیں۔ وہاں ہی اپنی صورت کو بھی خاکسارانہ بناتے ہیں۔

تاریخ گرو خالصہ سے دوسری شہادت اور سینے بھائی گیان سنگھ جی کیانی اپنی تاریخ گورو خالصہ کے

صفحہ ۶۴ پر تحریر کرتے ہیں۔

”بابے جی نے اپنے ساتھیوں کو اکھیا تئیں پتے ماجی نہیں اس راستے وچ ہر اور محبت اور خیرات کر دے جائیے۔ تاں فیض پائیڈا ہے۔ جے حجت بازی اور مسخری کر دے جائیے تاں ماجی نہیں ہونڈا“
اللہ اللہ! اس قدر عظمت حج کی بآداب صاحب کے دل میں تھی۔ کہ اپنے ہم سفروں کو بھی ہر محبت اور خیرات کی تلقین کرتے ہیں۔ اور حجت بازی اور مسخری سے روکتے ہیں۔ کیا اس عظمت کا بآداب صاحب کے دل میں ہونا سبب کاہن ثبوت نہیں۔ کہ بآداب صاحب کے روں روں میں اسلام اثر کر چکا تھا۔ اور وہ کچے اور پتے مسلمان تھے۔ میرے دوستو سوچو اور پھر سوچو کہ ان سب امور کے ہوتے ہوئے کیا یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ بآداب صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اور ہندو تھے۔ اگر ہندوؤں کے یہی طریق ہیں۔ تو ”دل ماشا دیجہنم ماروشن“ انہیں چاہیئے کہ ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اور ان سے سرمو غفلت نہ کریں۔ لیکن دوستو کوئی نہیں ہو گا۔ جو یہ کہے کہ یہ ہندوؤں کے طریق ہیں۔ یہ تو خالص مسلمانوں کے طریق ہیں۔ اور خود سکھ صاحبان اور ان کی مستند کتاب اس بات کی شہادت بجمہم پہنچا رہی ہیں کہ یہ طریق مسلمانوں کے ہیں۔ اور بآداب صاحب نے چونکہ ان کو اختیار کیا۔ اس لئے وہ بھی مسلمان تھے۔

سیاسی نقطہ خیال سے مضمون پر بحث | حقہرات اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سکھ گوروں

اور مسلمان اُمراء و بادشاہوں کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔ اور انہیں کبھی کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہوئی جس سے شکر و محبت پیدا ہو۔ برعکس اس کے ہندو ہمیشہ گوروں کے متعلق ریشہ و دوا بیاں کرتے رہے۔ اور مسلمانوں کو اکساتے رہے۔ لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ سکھوں کی مدد کی۔ اور گوروں کی عزت اور احترام کرتے رہے۔

ہندوؤں کی کوششیں | مگر جس طرح اس وقت ہندو صاحبان مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان تفاق پیدا کرنے

کے لئے کوشش کرتے رہے۔ ایسی طرح اس وقت بھی کر رہے ہیں۔ پنڈت مدن موہن مالوی لالہ لالہ بیت رائے اور سوامی شرادھانند جیسے ہندو لیڈر یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے برخلاف اکساتے رہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے گوروں کے ذہندوں کو قتل کر دیا۔ اور اس واقعہ کو ۱۵۰ سال بعد مہاجر مسلمانوں کا کریش کرتے ہیں۔ کہ نا واقف سکھ بھڑک اٹھے ہیں۔ یہیں ہندوؤں پر تو جو افسوس ہے سو بہی کہ وہ واقعات کو تو بڑا کر سمجھتے ہیں۔ مگر سکھوں پر بھی افسوس ہے۔ کہ وہ اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں۔ پھر یہ بار بار بھی تصور ہے کہ ہم نہ تو ہندوؤں کے الزاموں کا جواب دیتے ہیں۔ اور نہ سکھوں کو ان کی تاریخ سے واقف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہیں چاہیے کہ ہندوؤں کے اس پروپیگنڈا کا ازالہ کریں۔ اور اُدھ سکھوں کو بھی بتائیں کہ آپ کی تاریخ میں تو یوں لکھا ہے اگر ہم ان کو ان کی تاریخ کے اصل واقعات دکھائیں اور بتائیں تو وہ اور بھی ہنس کر رہ جائیں۔

انہیں میں تقریر ختم کرنے سے پیشہ چاہتا ہوں کہ مختصر طور پر چند ایسی واقعات آپ کے سامنے بیان کر دوں۔ جو اس بات کو ظاہر کریں کہ مسلمانوں کے متعلق سکھ گوروں

سے خوشگوار تھے۔ اور انہوں نے ان کے فرزندوں کو قتل نہیں کروایا۔ بلکہ یہ ہندو ہی تھے جنہوں نے ایسا کرایا۔ اور ایسا کرانے کی ہر وقت کوششیں کرتے رہے۔

تیسرے گورو پر ایک ہندو کا دعویٰ | یہ ظاہر ہے کہ تیسرے گورو ہمایاج امر داس جی صاحب کے عہد میں

فقیری اور امیری ایک یکجا جمع ہوئیں۔ درتہ پیدے گورو بالکل فقیر منہ انسان تھے۔ اگر یہ تیسرے گورو جی بھی دنیا سے کوئی تبت نہ رکھتے تھے۔ لیکن عقیدہ مند و مکی زیادتی کے باعث ان کے اطاک و مال میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسلئے فقیری کے ساتھ امیری بھی جمع ہونی شروع ہو گئی۔

یہ گورو صاحب کرتا پور چھوڑ کر گوبند وال آئے۔ تو گوبند نامی ایک ہندو نے ان پر دعویٰ کیا۔ مگر لاہور کے مسلمان حاکم نے گورو صاحب کے حق میں فیصلہ کیا۔

اکبر کی طرف سے معافی | ایسا ہی سن ۱۶۳۳ء یکنی میں اکبر بادشاہ لاہور کو جانا پڑا۔ گورو امر داس جی کو ملا۔ موضع سلطان و نڈا اور تونگ

وغیرہ کے ذرائع کی زمین گورو صاحب کو عطا فرمائی۔ اور سند معافی لکھ دی۔ یہ قطعہ کم از کم ۲۸ ہزار میگہ کا تھا۔ اور نقد بھی نذرانہ دیا۔

دربار صاحب امرتسر کی | ایسا ہی پانچویں گورو صاحب کے تعلقات بھی مسلمان فقر آراء و صوفیاء سے مخلصانہ تھے۔ آپ نے

بنیاد کس نے رکھی | جب دربار صاحب امرتسر کی بنیاد رکھی۔ تو کسی ہندو کو سنگ بنیاد رکھنے کے لئے نہ چنا۔ بلکہ

حضرت میا نمیر علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ آپ دربار صاحب کا سنگ بنیاد اپنی دست مبارک سے رکھیں۔ چنانچہ حضرت میا نمیر صاحب کے آپ کے تعلقات اور آپ کی

عقیدت کا یہ حال تھا کہ اینٹ رکھتے وقت جب حضرت میا نمیر صاحب کے اینٹ ٹیڑھی رکھی گئی۔ اور معمار نے سر کا کر سیدھی کر دی۔ تو گورو صاحب نے معمار کو

مخاطب کر کے کہا کہ تو نے غضب کر دیا۔ پاک اور مطہر ہاتھوں کی کھی ہوئی اینٹ کو

سرکا دیا۔ اب اسکا یہ نتیجہ ہو گا۔ کہ ایک دفعہ یہ مندر گر چکا۔ اور پھر بنے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایسا ہی جب گوردوارہ بن دیوچی نے لاہور میں باغلی بنوائی۔ تو حسن خان حاکم لاہور نے ہر قسم کی مدد دی۔ پھر پرتھی چند ایک ہندو نے گورو صاحب کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ مگر مسلمان حکام نے گورو صاحب کی عظمت اور توقیر کو بغیر یہ خیال کئے کہ آپ کی یہی عظمت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور وہ کسی وقت مغرر ثابت ہوگی۔ مقدمہ رکھا۔ اور پرتھی راج کا دعویٰ خالی کر دیا۔

چند دلال کی شکایت چند دلال وزیر نے ایک دفعہ شکایت کی کہ گورو صاحب نے جو آدھ گرتھ لیک کتاب بنائی ہے اس میں مسلمانوں کی بہت توہین کی ہے۔ اسپر گرتھ صاحب کو دربار میں لایا گیا۔ اور جب سنا گیا۔ تو اس میں جا بجا اسلام کی تعریف پائی گئی۔ اس پر حاکم وقت نے چند عمل کو ڈانٹا اور گرتھ صاحب کی بہت عزت کی۔ اور سکھوں کے لئے ملکان معاف کر دیا۔

چند دلال کی ایذا رسانی اس کے بعد چند دلال نے یہ کوشش کی۔ کہ گورو صاحب کے ہاں کسی طرح میری لڑکی کا رشتہ ہو جائے۔ مگر گورو صاحب نے انکار کر دیا۔ شہنشاہ جہانگیر اس وقت کشمیر میں تھا۔ اور چند دلال سیاف سفید کا مالک تھا۔ اس نے بادشاہ کی عدم موجودگی میں گورو صاحب کو بلا کر داؤ ڈالنا چاہا۔ کہ وہ اس کی لڑکی کا رشتہ لینا منظور کر لیں۔ مگر گورو صاحب نے پھر بھی انکار ہی کیا۔ اسپر اس نابکار نے جیٹھ اور اسارٹھ کی ملتی جلتی دھوپ میں برہنہ بٹھا کر جلتی جلتی ریت آپ کے جسم پر ڈالنی شروع کی۔ یہ ہاں تک کہ گورو صاحب کے جسم پر آبلے پڑ گئے۔ اس دلخوش واقعہ کو دیکھ کر حضرت میا فقیر صاحب نے گوردوارہ بن دیوچی ہمارا آج کو کھلا بھیجا۔ کہ میں شاہ وقت کو اس پاپی کے جوہر و ظلم سے اطلاع دیتا ہوں۔ اور خود اس سفاک کے حق میں بددعا کرتا ہوں۔ مگر گوردوارہ بن دیوچی ہمارا آج جواباً عرض کرتے ہیں۔

آپ اسکے لئے توبہ دعا کریں۔ مگر میرے لئے دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے ہر
امتحان میں کامیاب فرمائے۔

حضرات دیکھتے بائے مسلمانوں کے کچھ گوروؤں کے ساتھ کیا تعلقات
ثابت ہو رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے کیا۔ یہ واقعات میں اپنی طرف سے
بیان نہیں کر دیئے کسی غیر مستند کتاب پر پیش نہیں کر رہا کسی مسلمان کے پیش
کردہ دلائل نہیں بتا رہا۔ بلکہ خود سکھوں کی کتابوں سے ان واقعات کو گونگوار
کر رہا ہوں۔ تاریخ گورو خالصہ میں خصوصیت کے ساتھ یہ سب واقعات مندرج
ہیں۔ دوستو باوجود ان باتوں کے کچھ خود یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مسلمان ہمیشہ ہمارے
ساتھ دوستانہ طریق پر رہے۔ پھر بھی ہندو انہیں ہمارے برخلاف اگرا رہے
ہیں۔ اور ناقصت سکھ ان کے بھرے میں اگرا سلام کے برخلاف ہاں اوسی
اسلام کے برخلاف جسے باوا صاحب نے پیش کیا۔ اور جس کے باوا صاحب
از حد دلدادہ تھے۔ کیا سے کیا کہہ جاتے ہیں۔ ان ہی واقعات کو دیکھئے۔ کہ
کیا چند ولال نے اسی پر بس کی ہرگز نہیں۔ بلکہ اس پانی نے جب دیکھا۔
کہ جلتی جلتی ریت جسم پر ڈالنے سے بھی گرو صاحب کے پائے ثبات مرتزلزل
نہیں ہوئے۔ تو اس نے کھوتے ہوئے پانی کی دیگ میں گرو صاحب کو
ڈال دیا۔ آہ! دوستو! روح اس وقت کانپ اٹھتی ہے۔ جسم میں اس وقت لرزہ
پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ کالبد خاکی اس وقت تھرا اٹھتا ہے۔ جب چند ولال کے
اس ظلم کا خیال آتا ہے۔ آہ! اگر وارن دیوجی ہمارا ج کا جسم کھوتے ہوئے
پانی میں ڈال گیا۔

پھر چھٹے گرو صاحب جن کا نام گورو ہر گوبند صاحب
تھا۔ اور جنہوں نے بعض ضروریات کے لئے
تلوار کو کمر سے باندھا۔ آپ جب لاہور تشریف لائے
تو کسی پنڈت یا کسی برہمن یا کسی ہاتھ سے نہیں لے

چھٹے گرو کے تعلقات
مسلمانوں سے۔

بلکہ آپ سیدھے حضرت میاں میر صاحب - شیخ جان محمد صاحب لاہوری - شاہ محمد اسماعیل صاحب - شیخ محمد شاہ صاحب وغیرہم کی ملاقات کے لئے گئے۔ اور انہیں سہ گیارہ دھیان کی باتیں سنائی دیں۔ چند دلال نے اس وقت بھی گورو صاحب کی دشمنی نہ چھوڑی اور جہانگیر کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ کہ گورو صاحب علم بجاوت بلند کرنے والے ہیں۔ مگر جہانگیر بدظن نہ ہوا۔ اور اس کے تعلقات میں سرموزق پیدا نہ ہوا۔ جہانگیر جو کہ ہندوستان بھر کا بادشاہ تھا۔ اس سے بے خبر نہیں تھا۔ کہ گورو صاحب نے باقاعدہ فوج رکھی ہوئی ہے۔ اور یہ کہ گورو صاحب تلوار حاصل کئے ہوئے ہیں۔ مگر بادشاہ اس کے اس نے چند دلال وغیرہ کی شکایات کی پر فائدہ کی۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ جہانگیر گورو صاحب کی صریح رعایت کرنا چاہتا تھا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ ان لوگوں کی شکایات سے بدظن ہو کر گورو صاحب کے برخلاف کوئی کارروائی کرتا اس نے وزیر خان نائب وزیر اور پنج بیگ دو ہزاری کو سوا دو سو اشرفی دیکر گورو صاحب کے پاس بھیجا۔ اور گورو صاحب کے پتا کی تعزیت کی۔ اور جب گورو صاحب جہانگیر کو ملنے کے لئے دہلی آئے تو اسوائے پر تپاک اور پر تعظیم ملاقات اور استقبال کے جہانگیر نے پانصد روپیہ گورو صاحب کا خرچ مقرر کیا۔

جہانگیر کی فوادش | چند دلال وغیرہ چونکہ ان کے دشمن ہو رہے تھے اس لئے کسی نہ کسی بہانے سے انہیں گوالیار کے قلعے

میں قید کرادیا۔ مگر وزیر خان حضرت جلال الدین سجادہ نشین حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت میاں میر صاحب نے سفارش کر کے رہا کرادیا۔ مگر گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ جب تک دوسرے شاہی قیدیوں کو رہا نہ کیا جائے میں رہا نہ ہونگا۔ اس پر محض گورو صاحب کی خاطر پچیس ہندو نا جاؤں کو جو سلطنت کے باغی تھے۔ رہا کر دیا گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر خاطر داری کسی کی ہو سکتی ہے۔ پھر جہانگیر نے گورو صاحب کو سات ضرب تو آپ اور ڈیڑھ ہزار سپاہ رکھنے کی یہی اجازت دیدی۔ اور پنجاب کی نگرانی بھی گورو صاحب کے ہی سپرد کر دی۔

چند دلال گرو صاحب کے حوالے | پھر ایک موقع پر گرو صاحب نے جب چند دلال

کہا اور جرم ثابت ہو گیا۔ تو بادشاہ نے بغیر اس خیال کے کہ چند دلال سلطنت کا ایک
سوز و گداز دار ہے۔ محض اس وجہ سے کہ گرو صاحب کے والد بزرگوار کا قاتل ہے۔ قلعی
طور پر اسے گرو صاحب کے حوالہ کر دیا۔ کہ یہ میرا مجرم نہیں۔ آپ کا مجرم ہے۔

حضرت! کہاں تک ان واقعات کو پیش کرتا چلا جاؤں۔ مسلمان بادشاہوں
خلاصہ | اور مسلمان اُمراء نے ہر طرح کی رعایت اور ہر طرح کی تنظیم و تکریم گرو صاحب

کی مد نظر رکھی۔ مگر یہ بندہ ہی تھے۔ کہ ان کے برخلاف خود بھی جوش سے اندھے ہو رہے
تھے۔ اور دوسروں کی آنکھوں میں بھی ان کے برخلاف مٹی ڈالنا چاہتے تھے۔ مسلمان
بادشاہوں نے اپنے باجگزاروں سے گوروں کو تحفے و نذرانے دلوائے۔ گورو صاحبان
بیاد ہوں۔ تو بنفس نفیس ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ گورو صاحبان کا
دشمن اگر کوئی پیدا ہوتا تو مسلمان بادشاہ خود اس کا سر کپکنے کے لئے آگے بڑھیں۔ گورو
صاحبان پر الزام لگائے جاتے۔ کہ مسلمان بادشاہ بجائے انہیں مہتمم و مہرم گردانے
کے انہیں سوز و گداز بنائیں۔ چند دلال۔ چند دلال کا بیٹا کرم چند۔ گرو صاحب کا
چچیر بھائی بہان نام۔ وہیر مل۔ جگوانا۔ رام رائے۔ گوبندھنت۔ کپاداس۔ دیوان
سچاند۔ گنگو بہن۔ دربارہ مستر کے تلمیذ بھاری۔ راجہ بھیم چند۔ راجہ کربال چند۔
راجہ کیرہی چند۔ راجہ سکھ دیو۔ راجہ ہری چند۔ راجہ پرتی چند۔ راجہ فتح چند۔
وغیرہ وغیرہ کون تھے۔ اور ان کا سکھ گوروں سے کیا تعلق تھا۔ جاؤ سکھو تکیاں
کی کتابیں پڑھو۔ آپ ہی پتہ چل جائیگا۔ کہ یہ دشمن تھے۔ یہ راتین تھے۔ یہ بھیڑ
کے لباس میں بھیڑے تھے۔ جو گورو صاحبان کی جان کے لاکو تھے۔ لیکن انکے بالمقابل
جہانگیر بادشاہ ہے۔ مالیکہ بادشاہ ہے۔ اکبر بادشاہ ہے۔ شاہجہان بادشاہ ہے۔
وزیر خاں نائب وزیر ہے۔ جن خان مالک لاہور ہے۔ غنچ بیگ دوہڑی ہے۔ جن مل
شاہ عربی ہے۔ سیف مل خان ہے۔ سید بڈھن شاہ ساڈھوری ہے۔ سید بڈھن شاہ

سادھوری کا رد کا ہے۔ (جوہر جوں کی لڑائی میں گورد صاحب کی حمایت میں مارا گیا) نبی خان اور اس کا بھائی غنی خان ہے۔ تانہی پیر محمد تانہی ہے۔ حضرت میانمیر صاحب ہیں۔ حضرت جلال الدین صاحب سجادہ نشین۔ حضرت نظام الدین اولیاء ہیں۔ شیخ جان محمد صاحب لاہوری ہیں۔ شاہ محمد اسماعیل صاحب ہیں۔ نواب مالیر کوٹہ ہے۔ نواب مورڈھ ہے۔ نواب روپڑ ہے۔ شہزادہ داراشکوہ ہے۔ اور اور امر، وروسا و فقرا و سو فیاریا ہیں۔ جوگرو صاحبان کے دوست ہیں۔ اور گورو صاحبان کے پیسنے کی جگہ لڑنا ہو جانے والے ہیں۔ جوگرو صاحبان کی مدد کرنے والے ہیں۔ جوگرو صاحبان کے اعزاز و اکرام کو بڑھانا تو کجا دوبا لاکر نوا لے ہیں۔ پھر ان سب امور کے ہوتے ہوئے کیسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان کتھوں کے دشمن تھے۔ اور انہوں نے گوروؤں کے بچوں کو قتل کر دیا۔

پس اسے میسر دو ستوا مسلمان تو گرو صاحبان کے خیر خواہ اور خیر اندیش تھے۔ وہ توان کے محافظ تھے۔ وہ کیسے گورو زادوں کو نہ قتل کر سکتے تھے۔ یہ چند دلال اور چند دلال کی قماش کے ہی آدمی تھے۔ جنہوں نے ان کو قتل کیا۔ ان کے زمانہ کو شکلیفیں دیں۔ دو ستو میرا وقت ختم ہوا ہے ورنہ میں اس امر کو سکھ تاج پتوں سے ہی کھول کر بتلاتا۔ گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کے قاتل مسلمان تھے۔ یا ہند۔ پس ان واقعات کو سکھ صاحبان کے سامنے پیش کرنا چاہیے کہ ہم تو آپ کے خیر خواہ ہیں۔ نہ آجیے بلکہ ہمیشہ سے۔ کیونکہ آپ کا مذہب آخر اسلام ہی ہے۔ پس اگر ان باتوں کو ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ تو نامکن ہے کہ سکھ اور بھی ہمارے قریب ہو جائیں۔ یہ واقعات اس قابل ہیں کہ سکھ دو ستو کو درمیان انہی جتنی ہی شاعت کیجا کم پر بعض فتنہ باز لوگوں نے سکھوں کو مسلمانوں کے درمیان آزدگی اور کشیدگی پھیلانے کے لیے جو بے پرواہی اختیار کر رکھا ہے وہ واقف کا جواب بہت حد تک گاہ ہیں۔ اس زہر کا بہترین تریاق سکھوں کی اصل طاقت گاہ کرنا ہے اور اگر آپ اس مضمون سے زیادہ واقف ہونا چاہتے ہیں۔ تو آپ میری تصنیف ”باوانا مالک مذہب“ فرود ملاحظہ فرمادیں:-

سکہ لیر پر حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پیشگوئی

میشتر اس کے کہ میں اپنے مضمون کو ختم کروں میں دو دتوں پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے متعلق جہاں اوڈناہب کی کتب میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ وہاں سکھ مذہب کی کتب میں بھی موجود ہیں چنانچہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۵ پر حضرت باوانانک صاحب فرماتے ہیں۔

”مردانے کہا جو زرخار وچ تے آپ وچ کوئی فرق نہیں۔ تاں گرو جی کیا۔ مردانیاں۔ کرتاروں سبھے پیارے اکو گرو ہندی ہن پھر مردانے کیا گرو بھگت کبیر جیسا بھی کوئی بھگت ہو سی۔ تاں گرو نانک صاحب نے کیا۔ کہ مردانیاں بیٹھ (زمیندار) ہوئی۔ پراساں تپکھے تنو سال تھیں بعد ہوئی اک زرخار دی آس رکھی۔ تاں مردانے کیا۔ کپڑی تھائیں ہوئی تے کپڑے مک وچ ہوئی۔ تاں گرو جی نے کیا۔ مردانیاں وٹالے دے پر گئے وچ ہوئی۔ سن مردانیاں زرخار دے بھگت اکو روپ دے ہندے ہن۔ پرادہ کبیر ناوں دی وڈا ہوئی۔ خری گرو جی مردانے اگے سنیا پر بتوں ایہ گل کر دے چلے گئے۔“

مطلب۔ حضرت باوانانک نے مردانے کو کہا۔ خداوند تعالیٰ کے سب بھگت یکساں ہیں۔ پھر مردانے نے کہا۔ کہ کیا کوئی خدا کا بھگت کبیر سے بھی بڑھکر ہوگا۔ تو خری گرو نانک جی نے کہا ہاں مردانیاں اک زمیندار ہوگا۔ اور ہم سے صد سال پیچھے کے زمانہ میں ہوگا۔ یعنی سو سال کے بعد کے آئندہ زمانے میں ہوگا۔ اس کے اندر نہیں وہ صرف ایک وحدہ لاشریک کا ہی سہارا لیگا۔ علاوہ خدا کے وہ اور کسی پر نظر نہیں کیگا۔ تو مردانے نے کہا۔ وہ کس جگہ ہوگا۔ اور کس ملک میں۔ تو حضرت باوانانک نے جواب دیا۔

کر بنا لکی تحصیل میں ہو گا۔ اگرچہ سب خدا کے پیارے ایک ہی روپ کے ہوتے ہیں۔
گمراہ مردانیاں وہ بھگت کبیر سے بھی بڑا ہو گا۔ گرد صاحب مردانہ سے یہ کہتے تھے
سینا پہاڑ کی طرف چلے گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ زمیندار تھے اور آپ تحصیل ٹیلا میں پیدا ہوئے اور بادانا ملک کے تنوا
سال کے بعد کے زمانہ میں بحوث ہوئے۔ آپؑ زمیندار خاندان کے ایک معزز گھرانے سے
تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قادیان تحصیل ٹیلا میں ہی واقع ہے۔ سمان اللہ
کیسی واضح اور متین پیشگوئی ہے۔ بریسیطری مدیت شریف میں بھی وارد ہے۔ آئینہ الامجد
زمیندار خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

اس پیشگوئی میں حضرت بادانا ملک صاحبؑ بتایا ہے کہ میرے بعد جو سو سال کے پیچھے بیٹھا
وہ صرف خدا پر سہارا رکھتا تھا۔ اب دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے دعاؤں پر کس قدر زور دیا
ہے۔ آپؑ کے ہر لفظ سے دعا اور خدا کا سہارا اظہر ہے۔ اس فیج اعون میں جبکہ لوگوں
کے قلوب سے خدا خونی اور خدا ترسی بالکل مفقود ہو چکی تھی۔ لوگ دعاؤں کو جو اسلام کی
روح رفاں ہے۔ ایک پھیل چادر کی طرح پھینک دے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے
اگر بتلایا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ ستارہ تمہاری ستاری کرے اور تم دنیا میں ترقی کرو۔ تو تم
پھر اس دعا کی جادو کی لکڑی اڑھو۔ جسکو اڑھ کر لوگ جو ان سے انسان اور انسان سے
با خدا انسان بن گئے۔ تو حضرت بادانا ملک کی پیشگوئی سے اگر کوئی برکزیدہ کبیر بھگت
سے افضل نظر آتا ہے۔ اور بادا صاحب کی پیشگوئی کے حرف حرف پر پورا اترتا ہے۔ تو
وہ صرف حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام ہی ہے۔ پھر نگہ کر کہ صاحب میں اس پیشگوئی کو نہایت
واضح اور مبرہن کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

نیراشش کا کاٹا سیما : شری اس کیت بگت کے عیسے
پہوپن برشٹ لگن تے بھٹی : سب ہن آن دوٹائی دی
دھنودھن لگن کے راجا : دشمن وہ غریب لوازا
اقل بھون کے سر جنہارے : داس جان مہ لیوا او بھارے

اس جگہ گرنہ صاحب نے جنم ساکھی کی مذکورہ بالہ پیشگوئی کو قطعی صاف اور واضح کر دیا۔ لکھا ہے کہ اس کا نام بیٹے ہو گا۔ اور وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے نہیں ہو گا۔ وہ کسی خاص قوم اور کسی خاص ملک کے لئے نہیں ہو گا۔ بلکہ تمام جگت بیٹے روئے زمین اور کل دنیا کے واسطے مسیح ہو گا۔ اور اس کی تلوار دعا ہو گی اور اس دعا کی تلوار سے ہی اپنے دشمن کا سر کاٹے گا۔ وہ اپنے ماکھشس کا سر آہنی تلوار سے نہیں دعا اور پیرا تھن کی تلوار سے کاٹے گا۔ اس کی دعاؤں میں خاص سوز و گداز ہو گا۔ اور وہ دعا کے ہتھیار سے ہی اپنے زبردست مقابل میں آئیو اے دشمن کا سر کاٹے گا۔ (ذرا پنڈت لیگھرام کے متعلق پیشگوئی کو مد نظر رکھا جائے) اُس کی دعاؤں کو آسمان قبول کرے گا۔ ذرخشت آسمان سے پھولوں کی بارش کرے گی۔ سب لوگ مبارک مبارک کہیں گے۔ اس کی دعائیں ظالموں کے لئے آواز سوز ہو جاتی اور غریبوں کے واسطے بر رحمت آگے گور و صاحب زمانے ہیں۔ کہ

یہ کوئی تعجب اور اچھنبے کی بات نہیں ہے۔ وہ خدا جو تمام کائنات کا خالق ہے اس کے سامنے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اب دیکھئے دنیا کے لئے بیٹے کون ہے۔ کس کی دعائیں ظالموں کے لئے آواز سوز ثابت ہوئیں۔ کس کی دعائیں غریبوں کے لئے بر رحمت ثابت ہوئیں۔ کس کی دعاؤں کو آسمان نے قبول کیا۔ کس کی دعاؤں سے خوش ہو کر آسمان نے ذریعہ پھولوں کی بارش کی۔ کس کی دعاؤں کی عام قبولیت دیکھ کر چار دانگ عالم سے داہ داہ او بھان بھند بھان بھند کا شور مچا ہوا۔ کیا وہ تحصیل بنالہ میں آئیو اے سب بڑا جگت تو نہیں جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ یقیناً وہی ہے۔

وہ آئیو اے مثیل کرشن ہو گا اور اُس کی اولاد میا کے نام پر کای جائیگی

پھر شہری گرنہ صاحب اولہ جس پر سکھ مذہب کا مدار ہے (کی کیفیت مہندول

محلہ گھر ۲ گز بکتی چوڑا سا ۵ صفحہ ۱۱۱ اور دو صفحہ ۱۸۹۸ پر شری گورو نانک دیوی ہلالج
کا یہ شلوک درج ہے۔

کوزہ بانگ نماز مصلے نیل روپ بنواری
گھر گھر میاں سمجھناں جیاں بولی اور تمہاری
جے تو میری پیت صاحب قدرت کون ہماری
چار کوٹ سلام کریں گے گھر گھر صفت تمہاری

یعنی شری گورو نانک یورتر اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آنوالا ہاتا قلمارت اذان نماز اور
مسجدوں کے آباد کرنے کے لئے بہت زور دیا۔ اسکا ”روپ بنواری“ یعنی وہ ”مثیل
کرشن“ ہو گا۔ اسکے گھر میں جو زمین اولاد ہو گی۔ وہ ”میاں“ کے نام سے دلائی جائیگی۔ او سب
لوگ انہیں میاں کے نام سے پکاریں گے۔ اور ان میاں صاحبنا کی ”ولی“ (تقریر) اپنے حسن تدبیر
معنویت و وزن او شان کے لحاظ سے نرالی ہو گی۔ اور وہ ”روپ بنواری“ یعنی مثیل کرشن کے
سرفرا اور سب سے زیادہ واجب الاحترام ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو گا۔ اسکے سامنے ہماری قدرت
۔۔ ہی کیا۔ مشرق و مغرب۔ شمال جنوب چار اطراف اس کے سلام کے لئے
جھکیں گے۔ اور ہر ایک گھر میں اس کی چرچہ اور تعریف ہو گی۔ یہ شلوک اب کسی
مزید تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ روپ بنواری یعنی مثیل
کرشن ہونے کا صرف حضرت یح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی دعویٰ کیا اور
آپ کی اولاد مبارک کو ہی میاں کے نام سے پکارا گیا۔

میں چاہتا ہوں کہ سکتہ صاحبان حضرت بادا نانک تر اللہ علیہ کے ان تذکرہ کا صدر
اقوال پر ذرا ٹھٹھ سے دل سے غور کریں۔ خدا انہیں ایسا کر نیکی تو فیق دے۔

چند مفید باتیں

اگرچہ یہ حصہ لیکچر میں نہیں آ سکتا تھا مگر اپنے مفید ہونے کے لحاظ سے یہاں درج کیا جاتا ہے

جب شاہی فوج کو ساتھ لیکر راجہ بھیم چند کربال چندر والے کٹو جی راجہ کیسری چندر والے جو وال راجہ سکھ دیو والے جسروٹھہ راجہ پیری چندر والے ہندو رہ اور راجہ پرتی چندر والے ڈو وال اور راجہ فتح چندر سری نگر۔ غرضیکہ قریباً سب کے سب ہندو بہاری راجو شری گورو گوبند سنگھ صاحب پر مقام اندوڑ حملہ آور ہوئے اور گورو صاحب بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے چمکے رہے۔ اور گورو ہماراج کی بڑی دلی وادہ اور دو چوٹے چوٹے سخت جگڑاں کی حالت میں روپڑ کے قریب موضع کھیرٹی میں اپنے خاندانی پردہت گنگو بہمن کے ہاں مات آرام کرنے کے لئے بیٹھے۔ وہ گنگو بہمن جو گورو صاحب کا نمک خوار تھا جس پر گورو صاحب کے بے پایاں احسانات تھے۔ مگر اس ظالم اور سفاک نے جب گورو ہماراج کے جگر کے ٹکڑوں کو بے سرو سامانی کی حالت میں پایا تو اس خونخوار کی نظر بد گئی اپنے ہاتھوں کو ان معصوموں کے خون میں رنگنا چاہا۔ اس کی بدلی ہوئی نظر کو دیکھ کر گورو ہماراج کی والدہ مکر مہ نے زیور تار کر دیا۔ مگر اس خونی اور سفاک اور ستم کش کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ یہ یحییٰ (تندر) لیکر بھی بہمن دیو تاپہ سن نہ ہوئے۔ بلکہ انہوں نے اپنی دکھشتا (زند) میں گورو ہماراج کے سخت جگر وال اور تو نہال فرزند کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ چنانچہ گنگو بہمن نے فی الفور

حاکم سرہند کو اطلاع دی کہ اس طرح گورو گو بند سنگھ صاحب کے لڑکے میری حراست میں ہیں۔ چنانچہ حاکم سرہند نے لڑکوں کو مع انکی بوڑھی دادی کے بلا بھیجا۔ حاکم سرہند اگرچہ مسلمان تھا۔ لیکن وہ ظالم مُسفاکُنے تھا۔ اس نے تافصلہ گورو صاحب کے صاحبزادے کو نظر بند کر دیا۔ آخر اسنے بچوں کو اپنے سامنے بلایا کہ ان کی قسمت کا فیصلہ کرے۔ آگے ان دو معصوم بچوں کے ساتھ کیا گذری۔ ہمارے وطنی دوستوں نے بچارے مسلمانوں پر یہ انداز نہ پالنا خواہر ہو وہ الزام لگایا ہے کہ صوبہ سرہند نے ان بچوں کو زندہ دیا نہیں چنوا دیا تھا۔ لیکن واقعات کی موجودگی میں یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ صوبہ سرہند اگرچہ حاکم وقت تھا۔ لیکن اس کی پوزیشن گورو گو بند سنگھ کے بارہ میں بیحد ہی تھی جو کہ بیرونیوں کی مسیح کے صلیب پر کھینچنے کے متعلق تھی۔ جس طرح گنگو برہمن نے اپنے غمزد و معاون کے خلاف رپورٹ کر کے انکو حاکم وقت کے ہاتھ میں گرفتار کر دیا تھا۔ عینہ اسی طرح مسیح کے ایک خادم نے اپنے غمزد کو بلوایا تھا۔ جو قوت حضرت مسیح کو بیرونیوں کے سامنے لایا گیا۔ اور اس نے بطور حاکم وقت کے اس مقدمہ کی سماعت کی۔ تو اس نے فتویٰ دیا۔ کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔ کہ جس کی بدولت اسکو قتل کیا جاوے۔ میں اپنے ہاتھ پانی سے دھوتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں۔ کہ یہ ایک بے گناہ شخص ہے لیکن مسیح کی قوم کے آدمیوں نے شور مچایا کہ اسکو پھانسی دو۔ اگر تم چھوڑنا چاہتے ہو۔ تو جو رادہ ڈاکو کو چھوڑ دو۔ لیکن مسیح ہمارے نزدیک چوراہہ ڈاکو سے بھی بُرا ہے۔ اسکو پھانسی دو۔ اسکو پھانسی دو۔ حاکم وقت نے مسیح کی قوم کے اس عاویلا کو سُنگر کہا کہ میں اس شخص کو بیگناہ سمجھتا ہوں۔ اور میں اس کے قتل کے حق میں نہیں ہوں۔ لیکن میں اسکو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تم اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ چنانچہ ان ملعون لوگوں نے مسیح کو صلیب پر کھینچا۔ ٹھیک اسی طرح جب گورو گو بند سنگھ کے نازک اور ننھے ننھے بچے صوبہ سرہند کے پاس لائے گئے۔ تو زاب شیر مرقان والے مالیر کوٹلہ نے کہا کہ یہ معصوم اور بے گناہ بچے ہیں۔ ان کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ انکو ہرگز نہیں مارنا چاہیئے۔ زاب مالیر کوٹلہ کی اس درخواست کو سُنگر صوبہ سرہند کا دل بچھل گیا۔ لیکن اس کے شیطان صورت موذی دیوان سپہاوند نے جو کہ

ایک کھتری ہندو تھا۔ وہ اب ٹالیر کوٹلا اور صوبہ سرہند کو مخاطب کر کے کہا۔
 مدھی راکشش و تپاش را نگہداشتن کار خرد منداں نیست چرا کہ عاقبت گرگ زاده
 گرگ شود۔ اس سوڈی سچا ہند کھتری کا گور و ہماراج اور انکے دژندوں کے بارے
 میں یہ تقاضا بعینہ اسی قسم کا تقاضا تھا جس قسم کا تقاضا کہ بیٹے کی قوم کے یہودی لوگوں
 نے مسیح کو صلیب پر دینے کے لئے کیا تھا۔ کہ چور اور ڈاکو جیوڑو۔ لیکن مسیح کو مسدود
 پھانسی دو۔ مگر ماکم وقت نے اپنے ہاتھ سے مسیح کو صلیب دینے کی بجائے یہ کہکڑس کو
 اپنی قوم کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہارا آدمی ہے۔ تم اس کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ اسی طرح
 ان مذکورہ بالا واقعات کی موجودگی میں صوبہ سرہند نے گنگو رام برہمن اور دیوان سچا ہند
 کو کہا کہ اگر یہی بات سچ کہ تمہارے نزدیک ان کا باپ بھی زہر یا سانپ یا بھیڑیا ہے۔ اور یہ
 بھی زہریلے سانپ کے بچے ہیں۔ تو یہ تمہاری اپنی ہندو قوم کے تمہریں۔ میں ان پر ہاتھ
 اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ بلکہ تمہاری قوم کے بچوں کو تمہارے ہی سپرد کرتا ہوں۔
 تم ان کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ اور یہ کونسی بڑی بات ہے۔ کہ جس صورت میں کہ پہاڑی
 ہندو راجگان گورو گو بند سنگھ کے خون کے اسقدر پیاسے تھے۔ کہ وہ اپنے مقصد میں
 کامیاب ہونے کے لئے ہر ممکن سے ممکن ذریعہ بہانہ اور حیلہ کو کام میں لانا ضروری اور
 لازمی سمجھتے تھے۔ جس صورت میں کہ ایسے ہندوؤں کے انتقام کی یہ حالت ہو کہ گور و ہماراج
 کا بیٹا ناند سنگھ کیلے بھی انکے بچوں کے خون تک لپیاسا ہو رہا ہو۔ خود دیوان سچا ہند ہندو
 کھتری بھی انکے خون کا اسقدر پیاسا ہو کہ وہ ان کو سانپ اور بھیڑے کے بچے بنا کر حاکم
 وقت کو انکے قتل پر زور دے رہا ہو۔ اس صورت میں یہ کہنا بالکل درست ہو گا۔ کہ گورو
 ہماراج کے تحت ہجڑوں کے خون کا ذمہ دار سرہند کا مسلمان صوبیدار نہیں تھا۔ بلکہ یہودی
 اسکرٹوں کی طرح گنگو رام برہمن اور دیوان سچا ہند کھتری ہی ان معصوم بچوں کے خون کے
 ذمہ دار تھے۔ واقعات کی اس لڑی کی موجودگی میں سرہند کا مسلمان صوبیدار گورو گو بند سنگھ
 کے بچوں کے خون سے بالکل بری الذمہ ثابت ہو جاتا ہے۔

پیارو! جب یہ خبر حضرت اودنگ نرب جہ اللہ علیہ کو پہنچتی ہے۔ کہ اس طرح معصوم

بچے دیوار میں چپنے گئے۔ تو باوجود یہ سمجھنے کے کہ اس گناہ اور ظلم کا بار گنگو بہمن اور
سچدانند دیوان کی گردن پر ہے۔ مگر پھر بھی حضرت اورنگ زیب نے عالم سرہند کو
ہمیشہ اور ہمیشہ کے لئے معطل کر دیا۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں ذواب یا عالم نسلاً بعد نسل
چلے آیا کرتے تھے۔ کیا یہ ذواب سرہند کو تھوڑی سزا ملی۔ کہ اس کے خاندان کو ہی ذوابی
اور حکومت سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ یا بقول کسی ہندی دان کے ”کل ماتر یا خاندان“
ہی تباہ کر دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا سزا ہو سکتی تھی۔ بے شک گورو ہماراج کے دو
موصوم پتوں کا قتل دنیا کی تباہی میں ایک سرخ ورق ہے۔ اور خون چکان کی ایک
جہیب تصویر سفاکی اور خونخواری کا ایک بھیانک نظارہ ہے۔ جسے دنیا کی سخت سے
سخت سیاست بھی روا نہیں رکھے گی۔ مگر پیار و قابل غور یہ سوال ہے کہ یہ فعل
نہ تو سلطنت کے حکم سے ہوا۔ اور نہ شرع نے یہ فتویٰ دیا۔ اصلیت جو کچھ ہے وہ ظاہر
ہے۔ گنگو بہمن اور دیوان سچدانند کے اصرار سے یہ ہوش ربا واقعہ ظہور میں آیا۔ مگر پھر
بھی حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر پاتے ہی ذواب سرہند کو ہمیشہ کے لئے
معطل کر کے اس کی کل نواش یا خاندان ہی کو برباد کر دیا۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا سزا
ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد جن دونوں مالیکوں کو ملہ اور سکھ ریاستوں میں بجاڑ ہوا۔ اور ریاست
ہائے چھلکیان نے مالیکوں کو ملہ پر چڑھائی کی۔ تو ہمارا بی صاحب پیشاد نے صرف اس بنا
پر ذواب مالیکوں کو مدد دی کہ ایک دن ذواب مالیکوں نے گورو کو بند سنگھ کے بے گناہ بچوں
کی سفارش کی تھی۔ سکھوں کو وہ احسان نہ بھلانا چاہیئے۔ اس سے بھی اندازہ لگاؤ کہ
بھگت اور ذوی علم سکھ دوست اس بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ کہ آڑے وقت میں گورو
صاحب کی کس نے مدد کی۔ ہماری یہ دل و جان سے خواہش ہے کہ ایام سابق میں جس
طرح مسلمان اور سکھ بھائی باہمی محبت اور پیار سے رہتے تھے۔ سکھوں اور گورو صاحبان
اور مسلمانوں کے باہمی گہرے تعلقات تھے اور پریم و محبت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت
ہو سکتا ہے۔ کہ شری گورو ارجن دیو ہماراج نے جب امرتسر کے مندر کے لئے بنیادی پتھر
رکھواتا پایا۔ تو اپنے حضرت میاں میر کے مقدس اور مطہر ہاتھوں کو اس بات کے لئے

منتخب کیا۔ حالانکہ اس وقت بڑے بڑے پنڈت بھی ہونگے۔ مگر گورو صاحب نے اگر کسی ہاتھوں میں برکت دیکھی۔ اور رحمت پائی تو صرف حضرت میاں فیہ صاحب کے ہی مطہر ہاتھوں میں کیا اب بھی مسلمانوں اور سکھوں میں باہمی محبت اور پیار میں کوئی شک و شبہ رہتا ہے۔ ہماری یہ دل و جان سے دعا ہے کہ خدا ہمارے دلوں میں بھی وہی محبت اور پریم کی لہر جاری کر دے اور آج کل کے سکھ اور مسلمان بھی اپنے بزرگان اسلام کے نقش قدم پر چل کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کی پاک اور مقدس ارواح کی اشیر پادیں۔ اور نیک دعائیں اپنے حق میں لیں۔

جو کچھ گذرا بحیثیت مجموعی نا تو اس کے لئے مسلمان ملعون ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہندو۔ بلکہ ہمارے سکھ دوستوں کو ماضی کے واقعات ماضی میں ہی دفن کر دینے چاہئیں اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر انہیں کم از کم واقعات سے تجاویز نہ کرنا چاہئے۔

۲۴ سکھ صاحبان سے چوبیس سوالات

(۱) اگر حضرت بادشاہ تانک مت صاحب نے اسلام اور ہندو مذہم سے کوئی الگ مذہب نکالا تو مذہب کے لئے ایک طرف روحانیت اور دوسری طرف شریعت کی اشد ضرورت ہے۔ بدوں اسکے مذہب مکمل و مستقل نہیں۔ اسلئے بتلایا جائے کہ بادشاہ صاحب کو کنسی شریعت لائے۔ جبکہ وہ فرماتے ہیں۔ ”بدعت کو دور کر دو کہ قدم شریعت رکھو“ اب سکھ صاحبان کی وہ کو کنسی شریعت ہے جس میں سیاہ شادی سلاق۔ غلع۔ بیج و شرعی معاملات اور کس کس سے نکاح جائز اور کس سے حرام ہے۔ اور باہمی لین دین مرد و زن کے تعلقات اور معاشرت وغیرہ کے لئے احکام ہوں۔

(۲) اگر بادشاہ صاحب مردہ کے جلانے کے حامی اور زمین میں دفن ہونے کے منکر تھے تو اس عبارت کا کیا مطلب زن۔ پسر۔ پدر۔ برادران کس نیست و سنگیر۔ آخر ہفتم کس نہاد

چوں خود تجیز۔ اور باوا صاحب کی لاش جلائی یا دفنائی گئی۔ اور جلائی گئی تو کہاں۔

(۳) اگر باوا صاحب تاسخ کے قائل تھے تو آپ کے ان اقوال کا کیا مطلب ہے۔
ایہ جنم نہ میں بناؤں جائیں۔ تاکہ گورکھ من سمجھائیں۔ لکھ چوہاسی بھردے بھرم بھرم
ہوئے خوار دم، اگر سکھ دھرم میں کیسے کہنے کی تاکید یا فرض ہے۔ تو گرتہ صاحب
کے اس افشوک کا کیا مطلب ہے۔

کیرے بیت کر ایک سولہ ہفت بدھ بداجائے نہ بھادیں لائے کیسے کہ بھانویں گھر منڈائے
(۵) اگر باوا صاحب اسلام سے محبت در رکھتے تھے تو اس افشوک کا کیا مطلب ہے۔

ہوئے مسلم دین ہلے من جیوں کا بھرم چکانے (فری گرتہ دار لکھنا)

(۶) اگر باوا صاحب کلمہ طیبہ کا احترام نہ کرتے تھے۔ تو اس افشوک کا کیا مطلب ہے۔

تاکہ آکے رکن دین پتے سنو جواب چنے صاحب دا (لانا لکھیا وچ کتاب
دورخ دینا اوہ چڑھے جو کے دکھ پاک نہ تاکہ آکے رکن دین لکھ سج بچکان
اک روح ایاں دی جو ثابت نہ کھے ایمان (نہ سائی بھرم)

(۷) اگر باوا صاحب نماز روزہ کا احترام نہ کرتے تھے۔ تو پھر ان افشوکوں کا کیا مطلب ہے

فہم کی نہ میں دینیں پسندی جنھیں اک کر دھایا

تہہ کر کے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے (سری ناگ)

لعنت برہم تہاں جو ترک نماز کریں نہ تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گنوں

جمع کر نام دی پنج نماز گزار نہ باہوں نام خدائیدے ہوئیں بہت خوار

(۸) اگر گرتہ صاحب کے نزدیک نماز کا احترام نہیں تو ان افشوکوں کے کیا ارادہ کئے جائینگے

فریادے نماز لکھیا ایہ نہ تھیلی ریت نہ کدی پل نہ آویں پنجے وقت میدیت

اٹھ فریادو سوادھ صبح نماز گزار نہ جو سر سائیں نہ زیں سو سر کپ اتار نہ

جو سر سائیں نہ زیں سو سر کچے کائیں نہ کتنی ہیٹھ بھائیے بالن سندے تھائیں۔

(۹) اگر باوا صاحب حضرت علی علیہ السلام سے عقیدت نہ رکھتے تھے تو ان

افشوک کا کیا مطلب ہوگا۔

پہرہ سارک شہدے اور شہید : پنج مشائخ قاضی خاں درود و رض رسید
 است تہاں اگلی جو پڑھتے ہیں درود : آٹھ پہرہ ہوندے ہیں کھا دن سندھ و سول
 و نہ پوندے کیوں ہیں جاں چت آوئے رسول (۱۰) اگر با صاحب عقیدہ کج
 کیے کے لئے نہیں گئے تو پھر ان شلوک کا کیا مطلب ہو گا۔ یا پھر کہے گیا نیلے ستر و حارے
 بر زان : صاحب کتاب کچھ کوزہ بانگ مسئلے و حارے : بیٹھا جائے مسیت و حج جتنے
 حج گزارے (۱۱) اگر با صاحب قیامت کے قائل نہ تھے تو اس شلوک کا کیا مطلب
 چھوڑ دیتے ہستیاں قیامت توں کرا دے : باب اوڈی روں جوں بے پلٹیا شے : راد
 (۱۲) اگر کہہ کتب میں دشمنوں کا ذکر نہیں۔ تو ان شلوکوں کا کیا مطلب دیا جاوے گا
 باب عزرائیل بستی تب چکارے دے : اسرا فیل ذشتہ جب پھو کے سی کرنائے
 (۱۳) اگر با صاحب کے دلیں قرآن مجید پر ایمان نہ تھا۔ تو پھر ان شلوکوں کا کیا
 مطلب ہو گا۔

نہ پر دان کتب قرآن پر تکی بند نہ رہا : یہ قدرت پرورد نہیں ترس پڑھ نہیں دٹھے وہ
 نہ قرآن کتب کل جگہ میں پڑھا : یہ تپہ حوت قرآن دے تپہ پیر : کیس
 تس و حج پند نصیحتاں لشکر کو یقین : (۱۴) ہم ساہو سفو (۲۲)
 (۱۵) اگر با صاحب سلام سے کوئی وابستگی نہ رکھتے تھے۔ تو پھر ڈیرہ بادانا ناگ میں
 با صاحب کا چکر جس پر قرآن مجید کا تپہ اور کمر جبتہ و تہات نکھی ہوئی ہیں
 اور نیزہ آیت ان الدین عند اللہ الا سلام یعنی اللہ کے نزدیک اسلام ہی
 ہے۔ اور مقام گوردھر سہا : ضلع فیروز پور میں با صاحب کی حامل شریف
 کیوں نکھی ہے۔ اگر یہ جعل اور دھب اور طمع حرص کے لئے تو اس پر کیا یا : پیسے
 کی جگہ اور کتاب گوردھری و نیلے ہیں نکھی۔

(۱۶) اگر با صاحب مسلم و درود و صفیاء سے کوئی دیکھیں اور دشمن نہ رکھتے تھے
 تو شیخ عزیز سے مکر لیا ستر کیوں کر : (۱۷) اس سے گمان دھیان کی باتیں کیوں کیں
 بخلاف ان کے سنی ہا و ہشت : یا سنا سنی و غیرہ سے کیوں ایسا نہ کیا : اور تو (۱۸)

بھاگے۔ بی دربار صاحب کو شکر ادا کی اور پھر یہاں سے کشت بہار
 سے کیوں نہ کھوایا۔ بغلاف انکے خدا اپنے انہوں نے اپنا کھانا جو کھانے کے ہاتھوں
 سے کھا۔ نہ کھوایا۔ (۱۶۲) اگر بادشاہ صاحب کو اسام سے لگاؤ نہ تھا تو
 پاکیزہ بن سلطان۔ مجیر خیرین میں سے جو بادشاہ اسام میں چلے کیوں گئے۔
 (۱۶۳) اگر پانچ لکے سکھوں میں ضروری اور جن میں۔ ڈاکٹر تھا۔
 ان کا فکر کیوں نہیں۔ (۱۶۴) اگر مجھے سکھوں میں ضروری اور باؤسے۔
 صاحب میں دکھایا جاوے۔ (۱۶۵) اگر اہل بیت چھٹے کے بغیر یعنی جلالیوں کے
 مطلب یہ کہ چپ تکا اپنے نام کے ساتھ سنگھ کا اضافہ نہ کرے۔ تب تک
 نہیں ہو سکتا۔ اگر اس بات کو مستلما جائے تو دھرم گو سے پہلے گورو صاحبان
 اور ان کے متبعین کے متعلق ۲۰ سے دوست سکھ کیا کہیں گے۔
 (۱۶۶) کیا اہل بیت چھٹے یا پہلے لیکر سکھ بننے کا ارشاد خدای گورو صاحب آدم
 ہے۔ اگر ہے تو ظاہر کیا جاوے۔ اگر نہیں۔ پھر میرے سکھ مذہب کا ہمارا کیوں
 (۱۶۷) کیا بادشاہ صاحب کہ مظہر ہندو بنکر گئے تھے۔ یا مسلمان ہو کر۔
 (۱۶۸) سکھوں۔ مذہب۔ مورخ جہانی گرم۔ نگہ صاحب جب جد سے آگے جاتے
 گئے۔ تو روکا گیا اور کہا گیا کہ مسلمان ہو کر جا سکتے ہو انہوں نے متکوار کیا اور واپس
 نہ گئے۔ انہوں نے بادشاہ صاحب کی پیروی کیوں نہ کی۔
 (۱۶۹) اگر بادشاہ صاحب سلطان نہیں تھے۔ تو ہم ایسے بے عرفان کے اسلام
 میں کونسا نمکینی کے جواب میں بادشاہ صاحب نے وعلیکم السلام ذلن صاحب کیوں
 کہا۔ (۱۷۰) اگر بادشاہ صاحب مسلمان نہیں تھے۔ تو ان کے اس احوال۔
 یا کہ کوٹ اسلام کریں گے مگر کھر صفت تمہاری دانت ہندوں
 پیچھے جب چاروں طرف اسلام کی منادی ہوگی۔ تو کون کھر خدا کی صفت سے

ادھر سے تشریف لے کر آئے ہیں

جس پر چاہا ہے

عبدالغفور کے سہیل
ساکھی لالہ

وہاں سے آئے ہیں
وہاں سے آئے ہیں

وہاں سے آئے ہیں
وہاں سے آئے ہیں

وہاں سے آئے ہیں
وہاں سے آئے ہیں

وہاں سے آئے ہیں
وہاں سے آئے ہیں

وہاں سے آئے ہیں
وہاں سے آئے ہیں

مولیٰ شمس (جبر) کے حیرت انگیز فوائد

یہ ستر، نصف پھر، لکڑے، غار، شراب، آملین، جھولا، جالا، پانی، بند، روند، گواغنی،
دھن، بخار، پڑیاں، این، انی، تین، ناغہ، عذیبک، جہاز، ارض، پغم، لمبے، اکسیر،
قیمت، فی، تولد، دو، بے، آٹھ، آئے۔

افسوس تھا خاندانِ نبوت کی شہادت۔ جناب مولانا المکرم نے جو اس کی صاحبِ سابقہ افسوس خاں جات
انگریزی دیوانی قادیان حال سینہ پر بدھیلے حمدتہ۔ بحکمِ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی
شکایت نہ تھی۔ رات کو مطالعہ سے فارغ شملین۔ پانی یہ دماغی زور پر کڑ جاتے
تھے۔ آپ کے سر سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اللہ آپ کو جزا بخیر دے۔

ایک فیسی کشتہ کی شہادت۔ جناب خان بہادر میرزا سلطان احمد غاضد۔
 کشتہ اداکاروں سے کہتے ہیں کہ میرزا بھارت کو ترقی دھند کو ذرا لے آئے ہیں۔
 شہنشاہ اور ظاہر کو تیر کرنا ہے۔

ایک سوے انسپکٹ کی شہادت تھی۔ جناب ابو فقیر اللہ صاحب بی۔ ڈبلیو۔ اینڈ
گروہ جنگش سے کہتے ہیں کہ آپ کا موتی سر استعمال کیا۔ خدا کے فضل سے ایسے
عینکے کچھ پڑا سلگنا ہوا۔ متنی تعریف کی جائے اتنی کم ہے۔ خدا اس کا نیز
اجر عظیم دے کیونکہ میں کئی اشتہاری سرے استعمال کر چکا تھا۔ جس سے بظاہر
خا نہ نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ کہ سر میٹھا ترید ہو کر بڑا ہر بانی آپ سے اندر
کیلئے ایک تو موتی سر مل گیا کہ ایک خوراک گیر روٹینڈ ہو رہی ہی دو سال ڈھاری۔

لوٹ اس کا نہیں علاوہ حق سرکار کبیر اللہ جل جلالہ جو حکم دے دی ہو وہی سیکھنا کبیر حقیت ایکٹا
 کہ ایک باغ ہے اللہ حق ذات پور و جلا ارض خدا آج کے تریاق حقیت شیخی ایک کبیر ہی تیا تہیں

پتہ لاہور نزد ستر نور محمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

